

جاسوسی دنیا نمبر 10

احمقوں کا چکر

(مکمل تاول)

پنک

صح کی نم اور خنک چادر فضا پر صحیح تھی۔ سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ سر بنز چیزوں پر اوس کی جملہ لاتی ہوئی یوندیں لرز رہی تھیں۔ آسمان صاف تھا۔ نیلا بے کراں آسمان اور افق میں گہرے رُغُوں کی چمک دار دھاریاں۔

فریدی کے پائیں باعث میں سرجنٹ حید ایک کتاب کی مدد سے قدیم ہندو تہذیب کی مختف ورزشوں کی مشق کر رہا تھا۔ کبھی ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر گہرے گہرے سانس لیتا اور کبھی پا تھی مار کر پیٹھے جاتا۔ پھر کتاب میں ترکیبیں دیکھ کر طرح طرح کے منہ بناتا اور پیٹھ چپکانے کی مشق کرتا۔ فریدی برآمدے میں بیٹھا شیو کر رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ اس کی حماقاتوں کو دیکھ کر مسکرا دیتا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے حید سر کے بل کھڑا ہو گیا۔ لیکن تو ازن قائم نہ رکھ سکتے کی بنا پر پھر گر پڑا۔ وہ اپنی گردن سہلانے لگا۔ شاید کوئی رُگ چمک گئی تھی۔ پھر اس نے دوبارہ سر کے بل کھڑے ہونے کی کوشش کرنے کی بجائے کتاب کے درق اللئے شروع کر دیئے۔ اب وہ پھر پا تھی مار کر پیٹھ گیا اور اپنی ٹانگیں انداز کر گردن پر رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک ٹانگ تو اس نے کسی نہ کسی طرح رکھتے ہی لیکن دوسری ٹانگ رکھتے ہی وہ نبڑی طرح جیچ کر لڑھک گیا۔ دونوں ٹانگیں نہ میں پھنسی ہوئی تھیں اور وہ خود چت پڑا۔ نبڑی طرح جیچ رہا تھا۔ فریدی شیو کے انداز۔ حمید۔ عالیہ۔ دیکھ کر چند لمحے مسکرا تا رہا پھر اندر چلا گیا۔ حمید در اصل جیچ جیچ کر اسے مدد کے لئے با

لیکن اس کی بے رخی دیکھ کر اسے ناد آگیا اور دو تین جھلاتے ہوئے جھکلوں نے اسے اس سے نجات دلا دی۔ وہ سید حاماندر چلا گیا۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ اس نے ورزش کی کتاب ایک طرف رکھی۔ بندوق میں کارتوس چڑھایا اور نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ کتاب کے پر پختے اڑ گئے۔

"کیا اودھم چارکھی ہے۔" فریدی نے برآمدے میں آ کر کہا۔

"آپ سے مطلب۔" حمید نے کہا اور منہ بناتے ہوئے اندر چلا گیا۔

"آخر تھہار اپنچا کب رخصت ہو گا۔" فریدی نے کہا۔

"جب جوانی آئے گی۔"

"اچھا..... اچھا..... جلدی سمجھئے..... وہ لوگ آ رہے ہوں گے۔"

"میں کہیں تھے جاؤں گا۔"

"کیا کہا۔!" فریدی اسے گھوڑ کر بولا۔ "چھترم نے شہناز وغیرہ سے وعدہ کیوں کر لیا تھا۔"

"کر لیا ہو گا۔"

"خیر میں تو بہر حال جاؤں گا۔ پنکھ ہو کر رہے گی۔ اچھا ہے تم نہ جاؤ۔۔۔ تھہاری وجہ سے بڑی بے لطفی ہو جائے گی۔"

"جی ہاں..... بہتر ہے..... شہناز بھی نہ جائے گی۔" حمید نے کہا۔

"یہم سے کس حق نے کہہ دیا۔ میں اسے سمجھنے کے لئے جاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔ "آج سمجھنا ہے کہ وہ تھہار اکہنا مانتی ہے یا میرا۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔" حمید نے کہا اور غسل خانے میں مکھ گیا۔

فریدی لباس تبدیل کر کے باور پی کو کچھ ہدایات دینے چلا گیا۔

تحوڑی دیر بعد کپڑاٹ میں ایک کار آ کر رکی۔ شہناز اور اس کی دو سہیلیاں شیلا ثریا اور اشرف ثریا کا بھائی کار سے اتر کر کوئی میں داخل ہوئے۔

"آئیے..... آئیے میں انتظار تھی کہ رہا تھا۔" فریدی نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں دیر تو نہیں ہوئی۔" شہناز بولی۔

"آپ تو تمیک وقت پر پہنچیں لیکن شاید نہیں دیر ہو جائے۔"

"کیوں.....؟" شہزاد نے پوچھا۔

"جید کا اسکریو پھر کچھ ذہلا ہو گیا ہے۔" فریدی نے اپنی کپٹی پر انکلی رکھتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ کوئی نئی بات نہیں۔" شہزاد نہس کر بولی۔ اور اُس کی دونوں سہیلیاں اسے شرات آمیز نظر وہ سے گھوڑے لگیں۔

فریدی انہیں لے کر کھانے کے کمرے میں آیا جہاں بڑی میز پر ناشستہ چنا ہوا تھا۔

"ارے اس کی کیوں تکلیف کی۔" اشرف نے کہا۔

"تکلیف.....ابھی تک تو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی۔" فریدی نے نہس کر کہا۔

"اور جید صاحب۔" ثریا بولی۔

"ابھی وہ حسل خانے ہی میں تشریف فرمائیں۔" فریدی نے کہا۔ "ہم لوگ شروع کرتے ہیں وہ آئی جائیں گے۔"

"پھر بھی انتظار کر لینے میں کیا ہرج ہے۔" شہزاد بولی۔

"تو آپ سچے کچھ انتظار..... ہم لوگ تو شروع کر رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ سب لوگ ہنسنے لگے اور شہزاد نے شرم کر جھکالیا۔

"میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اُنکی ہی حالت میں سیدھا رہتا ہے جب اس کے ساتھ لاپر والی بر قی جائے۔" فریدی نے کہا۔ "ورنہ دوسرا صورت میں تو مزاج ہی نہیں ملتے۔"

"بہر حال شہزاد..... آپ کے مشورہ پر عمل نہ کر سکسیں گی۔" ثریا بولی۔

"خبر تو آپ زیق ہوں گی مجھے کیا کرنا ہے۔" فریدی نے کہا اور ناشستہ شروع کر دیا۔

وہ لوگ ناشستہ کر رہی رہے تھے کہ کپاڈ غم میں کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔

"لبجے نکل گیا ہاتھ سے۔" فریدی نے چوک کر کہا۔ "عجیب خیلی آدمی ہے۔ بعض اوقات مجھے سچے اس پر غصہ آنے لگتا ہے۔"

شہزاد کری سے اٹھ کر کڈکی کے قریب آئی۔ جید فریدی کی کار پھاٹک کے باہر لے جا چکا تھا۔ وہ کچھ مضھلی ہو کر واپس آگئی۔

”دیکھا آپ نے۔“ فریدی نے اس کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔
 ”تو میں کیا کروں۔“ شہناز تیوری چڑھا کر بولی۔
 ”اے آدمی بنائے..... میں تو تحکم کر ہار چکا ہوں۔“
 اس پر ایک قہقہہ پڑا اور شہناز جھینپ گئی۔

”تو اس کا مطلب یہ کہ پیٹک نہ ہو سکے گی۔“ شیلا نے مایوسانہ لمحے میں کہا۔
 ”خیلیں صاحب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ فریدی بولا۔
 ”شاید شہناز نے جائیں۔“ شیلا نے کہا۔

”کیوں.....!“ شہناز شیلا کو گھوڑ کرتیز لمحے میں بولی۔ ”میں کیوں نہ جاؤں گی۔“
 ”ارے بھائی..... اس میں بگز نے کی کیا بات ہے۔“ شیلا افس کر بولی۔

ناشرہ کر چکنے کے بعد فریدی نے اپنی رائل انھائی اور ان لوگوں کے ہمراہ برآمدے میں آیا۔
 ”کیا بہاؤں کا رلے کر چاگیا۔“ فریدی بولا۔

”کرنا کیا ہے۔“ اشرف نے کہا۔ ”کار ہے تو۔“
 سب اشرف کی کار میں بینچے کر روانہ ہوئے۔

”میں شاید دو سال بعد جھریاں کی طرف جا رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔
 ”اب تو وہاں دو ایک عمارت بھی بن گئی ہیں۔“ اشرف بولا۔

”عمارتیں.....!“ فریدی چوک کر بولا۔ ”وہ تو ایک بالکل ہی ویران مقام ہے۔“
 ”ٹھیک جھیل کے سامنے وہ ڈاکٹروں نے اپنی تجربہ گاہ بنارکی ہے۔ بہت بڑی اور شاندار
 عمارت ہے۔ اس سے تقریباً ایک میل کی دوری پر ایک کارخانہ ہے جہاں خیموں اور چولہدار یوں
 کے لئے باس کے ستون بنائے جاتے ہیں۔“

”تجربہ گاہ کس قسم کی ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”بہت ہی دلچسپ اور عجیب۔“ اشرف بولا۔ ”انہوں نے بے شمار وحشی درندے پال رکھے ہیں۔“
 ”وحشی درندے۔“ فریدی نے تجربہ کا انہصار کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے تو ابھی کہا تھا
 کہ وہ ڈاکٹر ہیں۔ بھلا ڈاکٹروں کا وحشی درندوں سے کیا کام۔“

”وہ ڈاکٹر بھی عجیب ہیں۔“ اشرف نے کہا۔ ”میں نے سنا ہے کہ وہ کوئی بالکل نئے قسم کے تجربات کر رہے ہیں۔“

”کس سلسلے میں.....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”مراقبت کے ساتھ تو مجھے معلوم نہیں، لیکن اتنا سنا ہے کہ وہ آدمی کی کالیاپٹ کر دیتے ہیں۔“

”چیز بڑی دلچسپ ہے۔“ فریدی نے کچھ سوچنے ہوئے کہا۔

”اور اس سے بھی زیادہ دلچسپ ان کے سائنس بورڈ ہیں۔“ اشرف بتتا ہوا بولا۔

”ایک سائنس بورڈ پر لکھا ہے بزرگوں کو شیر بنا نے کا کارخانہ، خیریت تو کوئی ایسی بات نہیں۔

لیکن دوسرا سائنس بورڈ تو بالکل ہی احتفاظ ہے۔ اس پر لکھا ہے یہاں نوٹے پھونٹے آدمیوں کی مرمت کی جاتی ہے۔“

سب لوگ بے ساختہ ہس پڑے لیکن فریدی ضرورت سے زیادہ سمجھدہ ہو گیا۔

”آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔“ فریدی تھوڑی دری خاموش رہ کر بولا۔

”خود چل کر دیکھ لجھنے گا۔“ اشرف نے کہا۔

”ایسے موقع پر حمید صاحب کی کمی بہت شدت سے محسوس ہو گی۔“ رشیابولی۔

”تجھے امید ہے کہ اس سے جھریاں پر ضرور ملاقات ہو گی۔“ فریدی نے کہا۔

”کیا کہہ کر گئے ہیں۔“ شہناز نے پوچھا۔

”کہہ کر تو نہیں گیا..... لیکن انداز سے سہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ مچھلوں کے شکار کا سامان

گھر پر موجود نہیں تھا۔“

”تب تو وہ یقیناً وہیں گئے ہیں۔ لیکن اس طرح جانے کی کیا ضرورت تھی۔“

”ضرورت تو وہی جانے۔ اسے دوسروں کو تجھ کرنے میں لطف آتا ہے۔ وہ حضن اسی لئے کار لے کر چلا گیا کہ میں تھوڑی دریک جھنلا ہٹوں کا شکار رہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”عجیب آدمی ہیں۔“ رشیابولی۔

”میرا ہی جگدا ہے کہ اس کے بغیر سنبھالتا ہوں۔“ فریدی شہناز کی طرف دیکھ کر بولا۔

”ہر ایک کے بس کاروگ نہیں۔“

”تو یہ آپ شہناز کو کیوں نہار ہے ہیں۔“ ”شیا خس کر بولی۔

شہناز نے اُسے گھور کر دیکھا اور فریدی مسکرانے لگا۔

”میں انہیں اس لئے نہار ہا ہوں کہ اب بھی اپنا فصلہ بدل دیں۔“ فریدی بولا اور شہناز

جیسی پ گئی۔

”اب زیادہ نہ چھیڑیے، ورنہ یہ اس کی کسر حمید صاحب سے نکال لیں گی۔“ شیلا نے کہا۔
تقریباً دو گھنٹے بعد وہ لوگ جھریائی پہنچ گئے۔ یہ ایک پرقامتام ہے بلکہ اگر اسے شکار گاہ
کہا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ تقریباً دو میل کے رقبے میں ایک خوبصورت جمل پھیلی ہوئی ہے جس
کے چاروں طرف سربرز جگل ہیں جو زیادہ گھنٹے نہیں دراصل اسی جمل عی کا نام جھریائی ہے۔ اسی
کے ساتھ ہی ساتھ اس کے قرب و جوار کا علاقہ بھی اسی نام سے پکارا جاتے لگا ہے۔ یہاں ہر دن
اور بارہ ٹکھوں کا بہت اچھا شکار ہوتا ہے۔ کبھی کبھار وحشی درندے بھی مل جاتے ہیں جن میں
تیندو اتو بہت ہی عام ہے جبکہ میں تھیلوں کا اچھا خاصاً شکار ہوتا ہے۔“

تحموزی دور پر فریدی کو اس کی کارکٹری دکھائی دی۔

”لیکن حمید کہاں گیا۔“ فریدی نے کہا۔

”کہیں ہوں گے۔“ شہناز اپر واہی سے بولی۔

وھٹا قریب کی جهازوں میں جنتش ہوئی۔ حمید نے سر نکال کر باہر دیکھا اور پھر اسی طرح
پہنچے ہٹ گیا جیسے کوئی بات نہ ہو۔

سب لوگ جهازوں میں گھس گئے۔ حمید نے جھلی پھنانے کی ڈوریں جگہ جگہ لگا کر کی تھیں
اور ایک پتھر سے نیک لگائے بیٹھا پاپنی رہا تھا۔

ان لوگوں کے دہاں پہنچ جانے پر بھی اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

”منانے والوں کو دیکھ کر لوگ روٹھائی کرتے ہیں۔“ ”شیا خس کر بولی۔

”کیا مطلب.....؟“ شیلا بولی۔

”فریدی صاحب اور شہناز جیسے قدر دنوں کی موجودگی بھلا کے نصیر ہو گی۔“

حمد کے رویے سے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے وہ بہرا ہو گیا ہو۔ وھٹا اس نے ایک ڈور کی

چندی چلانی شروع کی اور ایک بڑی سی پچھلی کو پانی سے کھینچ کر باہر نکال لیا۔

”بہت اچھے..... بہت اچھے۔“ تریا اور شیلا تالیاں بجا تی ہوئی چینیں۔

”اور وہ تجربہ گاہ۔“ فریدی اشرف کی طرف استفہامی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

”ان درختوں کے چیچے۔“ اشرف نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔“ فریدی نے بلند آواز میں پوچھا۔

”ہم سب پہلے اس عجیب و غریب تجربہ گاہ کو دیکھیں گے۔“ عورتوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

”ضرور دیکھئے۔“ حمید اچانک بولا۔ ”قریب قریب آپ سمجھی کافی نوٹے پھونے ہیں۔“

”تو کیا تم اسے دیکھ آئے ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ویکھنا کیبا..... میں نے تو اپنا نام بھی رجسٹر میں درج کر دیا ہے۔ ایک ماہ بعد میرا نمبر

آئے گا۔“

”کیا مطلب.....؟“ فریدی نے پوچھا۔

”شیر بننے کا ارادہ ہے۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

”یعنی.....؟“

”دیکھی کامنفلد ہاتھ آگیا ہے دونوں پر لے سرے کے احمد ہیں۔“

”انہیں ڈاکٹروں کا تذکرہ کر رہے ہو۔“

”بھی ہاں..... ایک الگینڈریشن ہے اور دوسرا جمنی سے ڈگری لے کر آیا ہے۔“

”خیر وہ تو سب ہے لیکن آپ وہاں سے اس طرح بھاگے کیوں؟“ شہناز نے تیوری چڑھا کر کہا۔

”تاکہ آپ لوگوں کے کھانے پینے کا معقول انتظام کر سکو۔ میرے خیال سے اب آپ اس پچھلی کو ادھیز نہ شروع کر دیجئے۔“ حمید نے کہا۔

”پچھلی تو بعد میں ادھیز لی جائے گی۔“ تریا بولی۔ ”شہناز کا خیال پہلے آپ ہی کو ادھیز نے

کا ہے۔“

حمد نے شہناز کی طرف ایسی بے بسی اور مسکینیت سے دیکھا کہ اسے میساختہ بھی آگئی۔

”آپ کا خیال غلط ہے۔“ حمید نے تریا سے کہا۔ ”آپ خواہ تجوہ لوگوں کو بہ کاتی پھر تی ہیں۔“

”اچھا تو کون کون چل رہا ہے۔“ فریدی نے کہا۔
سب کے سب تیار ہو گئے۔

”کہاں بیکار وقت بر باد کرنے جاؤ گی۔“ حمید نے آہت سے شہناز سے کہا۔

”آپ سے مطلب.....!“ شہناز نے کہا اور فریدی کے ساتھ ہوئی۔

حید بدستور بیٹھا چرخیاں گھما تارہا۔

اشرف فریدی وغیرہ کی رہنمائی کر رہا تھا۔ درختوں کے جنڈ سے گزرتے ہوئے وہ لوگ ایک عمارت کی چار دیواری کے قریب پہنچے۔ چھانک پر ایک نیپالی پہرے دار بیڑی لپی رہا تھا۔ ان لوگوں کو چھانک کی طرف آتا دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

”کھڑ جانا مانتا۔“ وہ بولا۔

”اندر.....ڈاکٹر صاحب سے ملتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”اچھا تھہر دی..... ہم جا کر بول۔“ پہرے دار نے کہا اور اندر چلا گیا۔
تحوڑی دیر بحد لونا۔

”چلو.....!“

”فرمائیے..... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“ ڈاکٹر نے کہا۔

”ہمیں آپ کا سائنس بورڈ یہاں تک بھیج لایا ہے۔“

”اوہ.....!“ ڈاکٹر ہستا ہوا بولا۔ ”یہ ہندستان ہے اگر ہم اس طرح کی حرکت نہ کریں تو کوئی ہماری طرف دھیان نہیں تدے۔“

”مگر یہاں اس دیرانے میں تو بہت کم لوگ آتے ہوں گے۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ کا خیال درست ہے۔“ ڈاکٹر بولا۔ ”لیکن ابھی ہم زیادہ بھیڑ چاہئے بھی نہیں ہیں۔“

”ایسی صورت میں یہاں اس قسم کے سائنس بورڈ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔“ فریدی نہیں کر بولا۔ ”ظاہر ہے کہ آپ نے یہ بھض لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے لگائے ہیں۔“

”ان بورڈوں کا صرف یہی مقصد نہیں ہے۔“ ڈاکٹر سکرا کر بولا۔ ”یہ بھی طی دنیا میں ایک

نئے قسم کا تجربہ ہے۔“

"تجربہ....." فریدی نے حیرت کا انہمار کرتے ہوئے کہا۔

"مجی ہاں۔" ڈاکٹر پسکون لجھے میں بولا۔ "اگر آپ کو جلدی نہ ہوتا میں وضاحت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

"مجھے خوشی ہو گی۔" فریدی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھی بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ امراض کی صحیح تشخیص کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔"

"مجی ہاں.....!" فریدی نے جواب دیا۔

"ہماری تھیوری یہ ہے کہ اگر جسم کے سارے اعضاء تھوڑی دری کے لئے ڈھیلے ہو جائیں یعنی ان پر کسی قسم کا زور نہ پڑے تو ایسی حالت میں مرض کی تشخیص میں کوئی خاص وقت نہیں ہوتی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی حالت پیدا کس طرح کی جائے۔ ہم لوگ انسانی فطرت اور اس کی جذباتی زندگی کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ ہیں کہ صرف خوشی ہی کا جذبہ ایسا ہے جو انسان کے جسم اور ذہن کو ایسی حالت میں لے آتا ہے جسے ہم سکون تو نہیں کہ سکتے البتہ اس سے ایک ملٹی جلتی حالت ہے۔ جسم میں اعضاء ایک قسم کا ڈھیلا پن محسوس کرتے ہیں یعنی ان پر کسی قسم کا دباء نہیں پڑتا۔ لہذا ہم مریضوں کا ملٹی معائنہ کرنے سے قبل انہیں خیالات کے تحت ہٹنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارا سائنس یورڈ دیکھتے ہی آپ کوئی آئی ہو گی۔ لوگوں کو ہٹانے کے اور بھی بھتیرے طریقے ہم لوگ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کارٹوں دکھانا نہ ایسہ ریکارڈ سنانا، مخزوں کی نقلیں دکھانا وغیرہ وغیرہ۔ ہم ان سے اس طرح کے بے ڈھنگی سوالات کرتے ہیں کہ انہیں بے ساختہ بھی آئے۔ مثلاً میں آپ سے یہ پوچھوں کہ جب آپ بکری کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے تو اس وقت آپ کی کیا عمر تھی تو آپ کو بے ساختہ بھی آجائے گی۔"

"لیکن مجھے افسوس ہے کہ مجھے قطعی بھی نہیں آئی۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا اور بلوگ ہٹنے لگے۔

"محض اس لئے کہ میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہے لیکن اگر میں انجینئر سنجیدگی کے عالم میں ملٹی معائنہ کرتے وقت آپ سے سچی سوال کرنا تو آپ اپنی بھی کسی صورت سے نہ روک

سکتے۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔" فریدی نے کہا۔

"آپ لوگ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔" ڈاکٹر نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔
 "ہم لوگ شہر سے ڈکار کیلئے کی غرض سے آئے ہیں لیکن آپ کا سائنس بورڈ دیکھ کر سب
 کچھ بھول گئے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "آپ لوگوں کا کارنامہ واقعی قابل
 سماش ہے۔ طبی دنیا میں آپ کی یہ تھیوری یقیناً ایک بہت بڑا انتہاب پیدا کر دے گی۔"
 "مشکریے.....!" ڈاکٹر نے کہا۔ "لیکن ابھی آپ ہمارے طریقہ علاج سے واقعی نہیں۔"
 "اگر اس سے بھی مستفید ہو سکوں تو اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔" فریدی نے کہا۔

"ضرور..... ضرور.....!" ڈاکٹر نے کہا۔ "آئیے میرے ساتھ۔"

ڈاکٹر اٹھا اسی کے ساتھ فریدی کے ساتھی بھی اٹھ گئے۔ وہ انہیں متعدد کمروں اور برآمدوں
 سے گھماتا ہوا ایک دوسری عمارت میں لا یا۔ فریدی محسوس کر رہا تھا کہ اس عمارت کے بخوبی میں
 ہزاروں روپے صرف ہوئے ہوں گے۔ جب وہ اس ڈاکٹر کی حمایت آمیز اور بے سرو پا گفتگو پر
 غور کرتا تو اسے حیرت ہونے لگتی۔ آخر یہ کیا تماشہ ہے یہ لوگ یونہی بے صرف تو اتنا پیسہ صرف
 نہیں کر رہے ہیں۔ ان حماقتوں کے پردے میں کوئی بہت ہی خطرناک تم کی سنجیدگی کام کر رہی
 ہے۔ وہ لوگ ایک بہت بڑے کمرے میں آئے یہاں سائنسی تجربات کرنے کے بہت سے
 آلات رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف ایک زندہ چیت پڑا ہوا تھا جس کے چاروں پیر رسمیوں سے
 جکڑے ہوئے تھے۔ اس کے جزوں کے گرد ایک تار لپیٹ دیا گیا تھا تاکہ وہ اپنا منہ نہ کھوں
 سکے۔ درہ ڈاکٹر ایک آٹے کی مدد سے اس کے جسم سے خون نکال کر ایک برلن میں اکٹھا کر رہا
 تھا۔ اس سے کچھ دور ہٹ کر چند لوگ کھڑے تجربے کو حیرت کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ چیتے
 کے طبق سے درد و کرب کی وجہ سے عجیب تم کی کھنٹی کھنٹی سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ آزاد
 ہونے کے لئے زور مار رہا تھا۔ لیکن بندش اتنی سخت تھی کہ جب نیش کرنا بھی دشوار معلوم ہوتا تھا۔
 فریدی اپنے ہمراہی ڈاکٹر سے اس کے متعلق کچھ پوچھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ دھنکا چیتے کے منہ پر
 چڑھا ہوا تار کمک کر زمین پر آ رہا اور چیتے نے ایک چین ماری۔ مگر چیتے کی چین تھی یا بکرے کی

آواز۔ وہاں پر کھڑے ہوئے سارے لوگ بوكھلا گئے۔ چیتا بدستور بکرے کی آواز میں چینے جارہا تھا۔ دوسرا ڈاکٹر کے چہرے پر ہوا یاں اڑنے لگیں۔ اس نے فریدی کے ساتھی ڈاکٹر کی طرف گبرا کر دیکھا۔ فریدی کو بیساختہ بُشی آگئی۔ اس کے ساتھ دوسرے ڈاکٹر نے بھی قہقہہ لگایا۔

”دیکھا آپ نے۔“ اس نے فریدی کی طرف چاہب ہو کر کہا۔ ”ہم لوگ اپنے مریضوں کو ہنانے کے لئے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ فریدی نے کہا۔

”یہ حقیقی بکرا ہے۔“

”بکرا.....!“ فریدی نے تھیر ہو کر دھرا یا۔

”مجھی ہاں ہم نے اس پر چینے کی کھال چڑھادی تھی۔“

”بہت خوب۔“ فریدی اسے تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”واقعی آپ لوگوں نے بہت سی نفیاٹی قسم کے طریقے ایجاد کر رکھے ہیں۔“

”اور آپ نے ابھی ہمارا طریقہ علاج تو دیکھا ہی نہیں۔“ ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

”اگر آپ اس پر بھی کچھ روشنی ڈال سکیں تو ممنون ہوں گا۔“ فریدی بولا۔

”ضرور ضرور، اس طرف تشریف لا یے۔“ ڈاکٹر نے ایک دروازے میں داخل ہو کر کہا۔

اس کرے میں چاروں طرف چھوٹے بڑے کٹھرے لگے ہوئے تھے جن میں انواع و اقسام کے جنگلی جانور بند تھے۔ ان لوگوں کے داخل ہوتے ہی ایک چھوٹا سا سرخ رنگ کا بندر تیز اور پتالی آواز میں چینجا بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے کسی ریلوے انجن نے سیٹی دی ہو۔ شہناز وغیرہ ہم گئیں۔

”ڈریئے نہیں۔“ ڈاکٹر عورتوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”اول تو ان میں کوئی درندہ نہیں۔“ دوسرا یہ کہ ان سب کے کٹھرے مغلیل ہیں۔“

”ہاں تو آپ اس کٹھرے میں ایک کتاب بھی دیکھ رہے ہیں۔“ ڈاکٹر نے کہا۔

”وہ آئیز ڈیل نیریز ہے نا.....!“ فریدی نے کہا۔

”غالباً آپ کو کتوں سے خاصی دلچسپی ہے۔“ ڈاکٹر نے کہا۔

"چکھ یونہی سی۔" فریدی بولا۔

"خیر تو اگر میں اس آئر ڈیل نیریز کو اس لومزی کے کٹھرے کے قریب چھوڑ دوں تو کیا ہوگا۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"لومزی کہم جائے گی۔" اشرف بولا۔

"ٹھیک.....!" ڈاکٹر نے سکرا کر کہا۔ "لیکن نہبھریے میں آپ کو ایک ڈچپ تماش دکھاتا ہوں۔"

وہ کمرے سے چلا گیا۔ فریدی وغیرہ کٹھرے کے جانور دیکھنے لگے۔

تحوڑی دیر بعد ڈاکٹر واپس آگیا۔ اس کے ہاتھ میں انجکشن لگانے والی سرخ تھی۔ پہلے اس نے کتے کو کٹھرے سے نکال کر لومزی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کٹھرے پر جھٹ پڑا۔ لومزی خونزدہ آوازیں نکالتی ہوئی ایک طرف سمت گئی۔ ڈاکٹر نے کتے کو پکڑ کر دوبارہ کٹھرے میں بند کر دیا اور پھر لومزی کی ایک ناگ پکڑ کر سلاخوں کے باہر رکھنے ہوئے اس میں انجکشن دے دیا۔ لومزی نے جیچ مار کر ناگ اندر رکھنے لی۔

لومزی تحوڑی دیر یک بیٹھی کا نپتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے سردی لگ رہی ہو۔ پھر اچانک اس نے آہستہ آہستہ غرما شروع کر دیا۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی کتا اپنے کسی حریف کو دیکھ کر غراٹا ہے۔ ڈاکٹر نے کتے کو دوبارہ کٹھرے سے نکالا۔ لومزی کی غراہٹ اور تیز ہو گئی کتا اس بار اس کے کٹھرے پر جھٹنے کے بجائے دور کھڑا لومزی کی طرف گھور رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی شے میں پڑ گیا ہو۔ دھنٹا ڈاکٹر نے لومزی کا کٹھرہ کھول دیا اور وہ کتے پر جھٹ پڑی۔ کتابندہ اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ لومزی نے اس پر پھر حملہ کیا اس ہنگائے میں شریا وغیرہ کے منہ سے چھین نکل گئیں۔ ڈاکٹر نے ہٹتے ہوئے لومزی کو پکڑا اور اسے پھر کٹھرے میں دھکیل کر کھڑکی بند کر دی۔ لومزی بدستور غراءۓ جا رہی تھی۔ کتابچپ چاپ کٹھرے میں چلا گیا۔

"دیکھا آپ نے.....!" ڈاکٹر فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

فریدی نے سر ہلا دیا۔ وہ بالکل خاموش تھا اور ضرورت سے زیادہ سنجیدہ۔ اسکے ہونٹ بچپن ہوئے تھے۔ آنکھوں کے حلقوں اس طرح تھک ہو گئے تھے جیسے وہ حال کی چکا چوند سے نظریں بچا

کر مستقبل میں جما گئنے کی کوشش کر رہا ہو۔

”لوڑی پر اس انجشن کا اثر عارضی ہے۔“ ڈاکٹر بولا۔ ”تحوڑی دیر بعد وہ ہوش میں آجائے گی۔ یہ وہ نہتھ ہے جو نازی ڈاکٹر نے ایجاد کیا تھا۔ پچھلی جنگ عظیم میں اسے بڑی شدت سے استعمال کیا گیا۔ تریب قریب ہر لانے والے نازی کو اس قسم کے انجشن دیے جاتے تھے۔“

”اوہ.....!“ فریدی کے منہ سے حیرت زدہ آواز نکلی۔

”لیکن ہم نے اس میں بہت سی تبدیلیاں کر دی ہیں۔ ہم اس انجشن کے ذریعہ بڑوں کو ہمت والا بنا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم کئی ایک تجربے اور کر رہے ہیں۔ اس انجشن کو ذرا کچھ اور تیز کر دیا جائے تو تپ دق کے مریض اس سے اچھے ہو سکتے ہیں۔“

”آپ لوگوں کے کارنا مے قابل قدر ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں کبھی آپ لوگوں سے

تفصیلی ملاقات کروں گا۔“

”یہ میرا کارڈ اور یہ میرے ساقی کا۔“ ڈاکٹر نے دو ملاقاتی کارڈ فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”غائب اب آپ لوگ شکار کھیلیں گے۔ لیکن کوئی درندہ شاید ہی آپ کوں سکے۔“

”کیوں.....؟“ فریدی نے حیرت سے پوچھا۔ ”تیندوے تو یہاں بکثرت ملتے ہیں۔“

”کبھی تھے لیکن اب نہیں۔“ ڈاکٹر بولا۔ ”ان سب کو ہم نے اپنی تجرباتی ہم میں کھپا دیا۔“

”تجرباتی ہم۔“ فریدی نے مستحبانہ انداز میں دھرا دیا۔

”جی ہاں..... بعض اوقات ہم وحشی درندوں کا خون انسان کے جسم میں ڈال کر اس کی بعض خامیاں دور کرتے ہیں۔“

”اوہ.....!“ فریدی نے کہا۔ ”اچھا ڈاکٹر..... اس تکلیف کا بہت بہت شکر یہ۔ آپ لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں کوئی فرست کا موقع نکال کر آپ سے ضرور ملوں گا۔“

فریدی وغیرہ ڈاکٹر سے مصافحہ کر کے کپاڈ غ سے باہر چلے آئے۔ پھاٹک سے گزرتے وقت فریدی نے نیپالی چوکیدار کے ہاتھ میں ایک پانچ روپے کا نوٹ رکھ دیا۔

”میرے خیال سے تو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔“ شہزاد نے راستے میں فریدی سے کہا۔

”اس قسم کی ضرورتیں میں ہی سمجھتا ہوں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

یہ لوگ وہاں پہنچے جہاں سرجنٹ حیدر نچلیوں کا شکار کھیل رہا تھا۔ اس نے دو تین کافی وزنی قسم کی مچلیاں شکار کر لی تھیں اور اب بھئی جھاڑیوں کی چھاؤں میں اوندھا لیٹا پائپ پی رہا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”فرمایے..... کوئی نئی شرارت۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”جی نہیں..... آپ کیلئے دل جھی کا مشغل اور اپنے لئے ایک مستقل آفت۔“ حید نے کہا۔ ”کیا مطلب.....؟“ فریدی نے کہا۔

”ابھی بتاتا ہوں۔“ حید نے آہتہ سے کہا اور پھر گوروتوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ ”آپ لوگوں کے لئے یہ جگہ سب سے بہتر ہے گی۔ یہاں کافی سایہ ہے اور صاف و شفاف زمین بھی، مچلیاں بھی کافی ہیں۔ آپ لوگ اسنپ وغیرہ تو ساتھ لائی ہی ہوں گی اور اس کے بعد سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ بھوک لگ رہی ہے۔“

ثیرا اپنی کار سے ضروری سامان نکال لائی۔ شیلا مچلیاں ادھر نے لگی، اشرف گھاس پر لیٹ کر ایک کتاب دیکھنے لگا۔ ثیرا اور شہزاد اسنپ نھیک کرنے میں مشغول ہو گئیں۔

”اگر دو چار سوچ پر بھی مل جائیں تو کیا کہنا۔“ فریدی نے بندوق المحتاتے ہوئے کہا۔ ”خبر گھوم پھر کر دیکھتا ہوں۔“

حید بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔

”کیوں! کیا کہہ رہے تھے۔“ فریدی نے تھوڑی دور چلنے کے بعد پوچھا۔

حید نے چلوں کی جیب سے ایک ہار نکال کر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

”یہ کیا۔“ فریدی ہار کو ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے بولا۔ ”اے یہ تو ہیروں کا ہے۔

نہایت عمدہ قسم کے ہیروے..... تمہیں کہاں سے طا۔“

”یہ بعد کو بتاؤں گا۔“ حید نے کہا۔ ”آپ یہ بتائیے کہ آپ اس بار کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔“

”عجیب احمق آدمی ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمارے پاس ہے اور اس کے متعلق میں بتاؤں۔“

”خبر تو پھر میں ہی بتاؤں۔“ حید بولا۔ ”آپ نے پرسوں کے اخبار میں کرعش سعید کی آخر

سالہ بچی کی گم شدگی کا حال پڑھا تھا۔“

”نہیں.....!“ فریدی نے جواب دیا۔

”غیر..... میں نے پڑھا تھا۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو خبریں پڑھ کچنے کے بعد

اشتہار تک چاٹ ڈالتے ہیں۔“

”آگے کہو۔“ فریدی بولا۔

”یہ ہار دہلڑی کی پہنے ہوئے تھی۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“

”خبر میں یہ بھی تھا۔“

”لیکن اس کا کیا ثبوت کہ یہ وہی ہار ہے۔“

”ثبوت ابھی پیش کرتا ہوں۔“ حمید نے کہا اور ہار کے سب کے بڑے پھول کے پشت پر

گئے ہوئے سونے کے ڈھکن کو اٹھا کر فریدی کے سامنے پیش کر دیا ڈھکن میں اندر کی جانب ایک پھولیٰ کی تصویرِ فٹ تھی۔ کسی خوبصورت اور تو بوان عورت کی تصویر۔

”کیا تم اس عورت کو پیچانتے ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں.....!“ حمید نے جواب دیا۔

”پھر یہ ثبوت کیسا.....!“

”خبر میں اس تصویر کا مذکورہ تھا۔“

”تمہیں یہ ہار طاکہاں سے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ایک محفلی کے جزوں میں انکا ہوا تھا۔“

”کیا.....!“ فریدی نے حرمت سے کہا۔

”بھی ہاں۔“

”اچھا تمہیں پھر اس لڑکی کے بارے میں کچھ معلوم ہوا تھا یا نہیں۔“

”نہیں.....!“

”ہوں.....!“ فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

”ان دونوں ڈاکٹروں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

”کام تو قاعدے کا کر رہے ہیں مگر طریقہ کار بالکل احتفاظ ہے۔“

”کیا تم نے بھی کوئی احتفاظ حرکت دیکھی۔“

”جی ہاں ایک زندہ چیتے کے ہاتھ پیدا باندھ کر اس کے جسم سے خون بکال رہے تھے۔“

”لیکن..... وہ چیتے نہیں بلکہ بکرا تھا۔“

”بکرا.....!“ حمید قہقہہ لگاتا ہوا بولا۔ ”چلنے آپ نے اور بھی بتا دیا۔“

”درحقیقت وہ بکرا تھا۔“ فریدی نے کہا اور مختصر الفاظ میں سارے واقعات حمید کو بتاتا ہوا بولا۔ ”صرف ایک چیز مجھے ان کے خلاف شہبے میں جلا کر رہی ہے۔“

”وہ کیا.....!“

”بکرے کے بول پڑنے پر ڈاکٹر آصف کا بولکھلا جانا اور دفتہ میرے ساتھ والے ڈاکٹر وحید کا قہقہہ لگا کر اس کا جواز پیش کرنا۔ اگر درحقیقت اس حرکت سے ان کی وہی مراد تھی جو انہوں نے مجھے بتائی تو ڈاکٹر آصف کے گھبرا جانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے بہر حال یہاں حفاظت کے پردے میں کوئی بہت سی بھی ایک ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔“

”مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”ورنہ اس دیران مقام پر تجربہ گاہ قائم کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔“

”خیر اس کیلئے تو وہ نہایت عمدہ بہانہ تراش سکتے ہیں۔“ فریدی بولا۔ ”چونکہ ان کے تجربات وحشی درندوں سے متعلق ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے لئے ایک دیران جگہ منتخب کی۔“

”حید خاموش ہو گیا۔“

”اس ہار کو احتیاط سے جیب میں رکھ لو۔“ فریدی نے کہا۔ ”ان لوگوں کے سامنے اس کا مذکورہ نہ کر کے تم نے عقل مندی سے کام لیا۔“

”تو اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔“ حمید نے کہا۔

”کریم سعید سے ملے بغیر کچھ نہیں کیا جاسکتا۔“ فریدی نے کہا۔ ”ممکن ہے بچی مل گئی ہو۔“

”لیکن یہاں یہاں جیل میں کیسے پہنچا۔“

"بھی تم بھی کمال کرتے ہو۔ ابھی بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی ہار ہے۔ محض تصویر کی ہناہ پر اس کے متعلق کوئی رائے قائم کر لیتا درست نہیں سمجھتا۔"

حید پھر خاموش ہو گیا۔ فریدی کچھ سوچنے لگا تھا۔ سخن پروں کا جھنڈ شور مچاتا ہوا ان کے اوپر سے گزرا گیا۔ دونوں رک گئے۔ نہیں تو قع تھی کہ یہ جھنڈ دو تین چکر لگانے کے بعد نہیں جھیل میں گرے گا۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے۔ لیکن ان کا خیال غلط تھا۔ سخن پروں نے دو چکر لگائے اور پھر مشرق کی طرف اڑتے چلے گئے۔

"غائب یا اگلے تالاب میں گریں گے۔" فریدی نے کہا۔

"کون سا تالاب!" حید نے پوچھا۔

دونوں اسی طرف روانہ ہو گئے جدھر سخن پروں کا جھنڈ گیا تھا۔ کھیتوں اور جھاڑیوں سے نکل کر وہ ایک کمی اور کشادہ سڑک پر آ گئے۔ مطلع ایر آ لو د تھا۔ کبھی بھی سورج بادلوں سے نکل کر اپنی تیز کر میں پھیلانے لگتا۔ جہاں یہ لوگ چل رہے تھے سڑک کے دونوں طرف کھائیاں تھیں جن پر سرکندے کی گھنی جھاڑیاں تھیں۔

"شاید کوئی موڑ آ رہی ہے۔" فریدی نے پیچھے کی طرف مژ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"موڑ کہاں!" حید بولا۔ "مجھے تو دکھائی نہیں دیتا۔"

"آواز تو سنائی دے رہی ہے لیکن شاید ابھی دور ہے۔ آؤ کھائیوں کے ادھر نکل چلیں ورنہ گرد کے ایک طوفان سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔"

دونوں واہنی طرف کی کھائیوں پر چڑھ کر دوسری طرف اتر گئے۔

تحوڑی دیر کے بعد سڑک پر موڑ کی آواز آئی اور پھر دھنٹا میشن بند کر دی گئی۔ حالانکہ یہ کوئی ایسی خاص بات نہ تھی پھر بھی فریدی کی کھوی طبیعت بے جھنی ہو گئی۔ وہ رک گیا۔ کھائی کے قریب آ کر اس نے سرکندے کی جھاڑیوں سے سڑک کی طرف جھانا۔ ایک سڑک پر کھڑا ہوا تھا۔ ڈرائیور نے یچھے اتر کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اتنے میں حید بھی فریدی کے قریب آ گیا۔ موڑ ڈرائیور موڑ کے نمبروں کی تھی تبدیل کر رہا تھا۔ اس نے پہلی تھنی ہکال لی اور اس کی چکد دوسرے نمبروں کی تھنی لگادی۔ تھوڑی دیر تک کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر سڑک پر بینہ کر انہیں

اشارت کر دیا اور ٹک چل دیا۔

حید نے سوالی نظروں سے فریدی کی طرف دیکھا جس کے ماتحت پر بے شمار سلوٹس ابھر آئیں تھیں۔

دوسری عمارت

”یہ معاملہ کیا ہے۔“ حید نے کہا۔ ”آج سارے کے سارے واقعات انتہائی پر اسرار نظر آ رہے ہیں۔“

”اور اس کی شروعات تم ہی سے ہوتی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”کیا مطلب.....؟“

”یہ آج صحیح تجھہار ادما غ کیوں خراب ہو گیا تھا۔“ فریدی نے کہا۔

”ہٹائیے ان باتوں کو۔“ حید بولا۔ ”آخر اس نے ٹک کے نبڑ کیوں بد لے؟“

”بد لے ہوں گے بھی۔“ فریدی اکتا کر بولا۔ ”وہ سنوا سخن پر وہ کا شور سنائی دے رہا ہے۔ شاید تم تالا ب کے قریب پہنچ گے ہیں۔“

”وہ دونوں پھر چل پڑے۔ فریدی بدستور خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ تالا ب نزدیک ہی تھا۔

ٹک سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر اوپنے نیچے نیلوں کے درمیان تالا ب کا پرسکون پانی سورج کی گرفتوں کے لہر توں سے کھیل رہا تھا۔ مشرق کی سمت سے کچھ سخن پر اور آئے اور چند لمحے پانی پر منڈلاتے کے بعد نیچے گر گئے۔ حید اور فریدی آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے نیلوں کے پاس آئے۔ فریدی نے اپنی دونالی بندوق انھائی۔ فائر ہوا۔ پرندے شور چاتے ہوئے اڑے۔ دوسرا فائر ہوا اور دو تین اڑنے والوں میں سے بھی پانی میں گرے۔

”بہت خوب.....!“ ”حید چینا۔“ دونالی بندوق کا صحیح استعمال صرف آپ جانتے ہیں۔“

”حید تالا ب میں اتر گیا۔“ اس نے بدقتن تمام چار پرندے نکالے دو سخن پر جن کے بازو زخمی ہو گئے تھے کسی طرح ہاتھ نہ آئے۔

”میرے خیال سے تو اتنے ہی کافی ہوں گے۔“ حید بولا۔

"اگر تمہاری نیت بخیر رہی تو یقیناً ایسا ہی ہو گا۔" فریدی نے کہا۔

دونوں واپس ہونے کے ارادے سے کھائیوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ آسان پر چھلے ہوئے بادل پھٹ کر ادھر ادھر لکڑوں کی ٹھکل میں بکھر گئے اور دھوپ تیزی سے چکنے لگی تھی۔ کھائیوں کے قریب پہنچنے پہنچنے انہیں شدت سے پیاس لگ گئی۔ جیسے ہی وہ سرکندے کی جگہ زیاد ہٹاتے ہوئے اور پر چڑھے انہیں سامنے سڑک کے اس پار ایک عمارت دکھائی دی۔

"غالباً یہ وہی عمارت ہے جس کا تذکرہ اشرف نے کیا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"آؤ چلیں شاندار ہاں پانی مل کے۔"

دونوں عمارت کی طرف بڑھے۔ قریب پہنچ کر انہیں مشینوں کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ فریدی عمارت کے چھانک پر لگا ہوا بورڈ پڑھنے لگا۔ "یہاں خیموں کے ستون تیار کئے جاتے ہیں۔" چھانک کے اندر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے ان کی نظر ایک ٹرک پر پڑی فریدی پوچک پڑا۔ یہ وہی ٹرک تھا جس کے نمبر سڑک پر بدلتے گئے تھے۔ حمید کچھ بولنے ہی والا تھا کہ فریدی نے اسے گھوڑ کر دیکھا۔

کپاؤٹ میں کئی چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ تین چار بڑے بڑے شیڈ تھے یہاں بانس اور لکڑی کے ذمیر لگے تھے، ایک آدھ جگہ لکڑی کے براوے کے بڑے بڑے انبار بھی نظر آرہے تھے۔ ایک چھوٹے سے کمرے کے دروازے پر ایک جتنی گلی ہوئی تھی جس پر لکھا تھا "فیجر"۔

فریدی چل انہا کر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے کری پر ایک دبلا پلا معمراً دی بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ فریدی اور حمید کو اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں کسی تجارتی مقصد کے تحت نہیں آیا۔" فریدی نے کہا۔

"ترشیف رکھئے۔" فیجر مکرا کر بولا۔ وہ ابھی تک انہیں استحباب آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ پیاسے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ.....! وہ مکرا کر بولا۔" ترشیف رکھئے۔ اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس نے تھنٹی

بجائی اور ایک آدھی اندر داخل ہوا۔"

”آپ ان لوگوں کو پانی پاؤ۔“ اس نے کہا۔ نوکر کے چلے جانے کے بعد وہ پھر فریدی کی طرف مخاطب ہوا۔ ”شاید آپ لوگ ادھر ٹکار کھیلنے کی غرض سے آئے تھے۔“

”جی ہاں.....!“

”اس سے پہلے بھی کبھی آپکے ہیں۔“

”اب سے تقریباً دسال قبل۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس وقت آپ کا کارخانہ یہاں نہیں تھا۔“

”جی ہاں.....!“ بھی حال میں یہاں کاروبار شروع کیا ہے۔ اس علاقے میں بانس بکثرت

پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے یہاں شہر سے اتنی دور آنا پڑا۔“

”بہر حال یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے یہاں بھی مغربی ممالک کے تاجروں کی طرح لوگ ترقی کی وہن میں لگے ہوئے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

پانی پینے کی بعد دونوں اٹھ گئے اور شیر پھر کام میں مشغول ہو گیا۔

سرک کے قریب سے گزرتے وقت فریدی نے اس کے نمبروں کو غور سے دیکھنا شروع کیا جیسے انہیں وہ زبانی یاد کر لیتا چاہتا ہو۔

”کیوں بھی کیا خیال ہے۔“ فریدی نے کہا۔ دونوں اب سرک پر پہنچ چکے تھے۔

”کوئی سازش، کوئی جرم۔“ حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”یہ تو ظاہر ہی ہے، تم نے کوئی نئی بات نہیں کی۔“ فریدی نے کہا۔ ”بہر حال ہمیں ایک نئی در درسی کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔“

”وہ تو ظاہر ہی ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”بعض اوقات مجھے بھی آنے لگتی ہے۔ کیا اس قسم کے سارے واقعات اور حادثات ہمارا ہی انتظار کیا کرتے ہیں اس ہمار کو شاید میرا ہی انتظار تھا۔ اس موڑ ڈرائیور کو سرک ہی پنہنگ تبدیل کرنا تھا اورے سیکی کرنا تھا تو اس عمارت کے اندر پہنچ جانے پر یہ حرکت کی ہوئی۔ کیا یہ ضروری تھا کہ فریدی صاحب اسے دیکھے ہیں۔“

فریدی مبنی لگا۔

”ای قسم کے اتفاقات مجرموں کی گرفت کا باعث ہوتے ہیں ورنہ سراغ رسائی کوئی ولی اللہ یا دھرماتا تو ہونا نہیں کہ پاتال کی خبر یہ آئے۔ مجرموں کی ذرا سی لغزش سراغ رسائی کی

کامیابی بن جاتی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"خیر ذرا جلدی قدم بڑھائیے۔ بھوک کے مارے نہ احوال ہو رہا ہے۔" حمید بولا۔

شہناز اسٹوپ پر مجھلی کے تلتے گل رہی تھی۔ اشرف نے دوبارہ مجھلیاں پکلنے کے لئے کانٹے تالاب میں پھینک دیے تھے اور ایک ڈور ہاتھ میں لئے بیٹھا اونچ رہا تھا۔ شیلا اور شریا گھاس پر کہبیوں کے بل لیٹی ہوئی انگریزی کے ایک رسائل میں تصویریں دیکھ رہی تھیں۔

"اس وقت شہناز کتنی اچھی لگ رہی ہے۔" حمید نے کہا۔

"مجھلیاں گل رہی ہیں نا۔" فریدی نہس کر بولا۔ "پیغام کے عاشق اپنی محبوباؤں کو کھانا پکاتے دیکھ کر کافی مختلط ہوتے ہیں۔"

"بہر حال خدا نے آپ کو اس نعمت سے محروم رکھا ہے۔" حمید جسمی ہوئی ٹھیکی کے ساتھ بولا۔

"خدا ہر شریف آدمی کو اس نعمت سے محروم رکھے۔" فریدی نے کہا۔

"انگور کھٹھٹے ہیں۔"

"اچھا نہیں و..... ابھی بتاتا ہوں کہ انگور کھٹھٹے ہیں یا نہیں ہیں۔" فریدی نے کہا اور شہناز کے قریب پہنچ کر پھر بلند آواز میں بولا۔ "میاں اگر عورت کھانا نہ پکائے تو مرد بھوکوں مرے اور سارا رومان رکھا رہ جائے۔"

"کیا بات ہے؟" شہناز نے فریدی سے پوچھا۔

"حمد صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں کھانا نہ پکاتی ہوئی عورت انتہائی پچر معلوم ہوتی ہے۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔

قبل اس کے کہ حمید کچھ کہتا شہناز نے اسٹوپ پر رکھا ہوا فرائی چین زمین پر الٹ دیا اور مجھلی کے تلتے ادھر ادھر گھاس پر بکھر گئے اور شہناز منہ پھلا کر دور جا بیٹھی۔

"اے اے..... میں نے کب کہا تھا۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ فریدی نے قہقهہ لگایا۔ شریا، شیلا اور اشرف بھی ان کے قریب آگئے۔

"اے یہ کیا ہوا۔" شریا حیرت سے شہناز کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"کچھ نہیں۔" فریدی نہس کر بولا۔ "میاں حیداب میٹھے انگور کھا کر پیٹ بھریں گے.....

کیوں حمید۔"

حید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے۔ جنگ جلاہت اور ندامت نے اسے کچھ بولنے میں نہ دیا۔

"تو کیا پھر یہ دونوں لڑ گئے۔" شیلا نے کہا۔ "بیجیب مصیبت ہے۔ اسے بھی ہم لوگوں نے کیا قصور کیا تھا..... بھوک کے مارے ہوا حال ہو رہا ہے۔"

شہزاد نے کوئی جواب نہ دیا۔ بدستور منہ پھلانے بخشی رہی۔ شیلا نے پھر سے فرائی پان اسٹوپ پر رکھا اور بیچ ہوئے تکلے ملنے لگی۔ شیلا اور اشرف سخن پروں کے پر ٹوچنے لگے۔
"آپ خواہ تو وہ.....!" حید فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اچھا جی..... بمحض سے کیا مطلب۔"

"آپ نے خواہ تو وہ جھوٹ۔"

"انکوں کھنے ہیں نا۔"

"بہر حال آپ کا ناق بھی خطرناک ہوتا ہے۔" حید من لکا کر بولا۔

"میں یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ انکوں کھنے نہیں ہیں۔ بلکہ اس قسم کے فضول خرے برداشت کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "عورت بات بات پر روشنی ہے اور متوقع رہتی ہے کہ اسے کوئی منائے گا اور اگر اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوتی تو اسے اپنی زندگی دیران نظر آنے لگتی ہے۔ وہ یہ سمجھنے لگتی ہے کہ دنیا میں اس کا کوئی ہمدرد نہیں۔ اس کا وہ وقت یہ تو قع پوری نہ ہوئی تو یہی حالت ایک مستقل مظلومیت بن جاتی ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ کسی عورت کو مظلومیت کا خط ہو گیا تو مرد کے لئے ایک مستقل عذاب بن جاتی ہے کیا سمجھے۔"

"مجی ہاں بہت کچھ سمجھ گیا۔" حید نے کہا۔ "در اصل آپ کا علم آپ کے لئے عذاب بن گیا ہے۔ آپ کبھی باقاعدہ قسم کی زندگی نہیں بر کر سکتے۔ ایک سیدھا سادا سامنہ عورت مرد میاں اور یہوی آخر سے اس قدر الجھانے کی کیا ضرورت ہے، ذہن انسانی کی ایک ایک رگ کریدنے سے فائدہ؟ آپ اٹھا کھانے کے بجائے اس کی مافیت پر غور کرنے لگتے ہیں۔ نتیجہ یہ

ہوتا ہے کہ آپ کے ہاتھ ماریت ہی ماریت رہ جاتی ہے اور انہا دوسرے چٹ کر جاتے ہیں اور پھر آپ کیا جائیں کہ اس روشنے اور منانے میں کتنا لطف ہے۔“

”تشریف لے جائیے تا۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”میں نے آپ کے لئے وہ پر لطف موقع مہیا کر دیا۔ لیکن ذرا خیال رہے ابھی راستے میں جو واقعہ پیش آیا ہے اسے اپنے علی گکھ محدود رکھئے گا اور وہ ہمار والا معاملہ بھی۔“

حیدر شہناز کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ ثریا اور شیلا ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا کیں۔ اشرف نے فریدی کو آنکھ ماری اور فریدی جھیل میں چھوٹی چھوٹی سکنریاں پھینک کر چھوٹے چھوٹے دائرہوں کا بننا بگڑانا دیکھتا رہا۔ چند لمحوں کے بعد وہ خیالات میں ڈوب گیا۔ اس سے چند گز کے فاصلے پر اشرف بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ دھنٹا وہ فریدی کی بھسی کی آواز سن کر چوک پڑا۔ فریدی خود بخود ہس کر اس طرح سنجیدہ ہو گیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ اشرف اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ اتفاقاً فریدی کی اور اس کی نظریں میں اور فریدی کو پھر بھسی آگئی۔

”کیا بات ہے۔“ اشرف نے متوجہ اس لمحے میں پوچھا۔

”کوئی خاص بات نہیں۔ ایک اجنس کا ایک مسحک انگیز قول یاد آ گیا۔“

”مسحک انگیز قول۔“

”ہاں وہ کہتا تھا کہ تم بڑے بد قسمت ہو اگر یہ نہیں جانتے کہ تمہارے شہر میں کتنے کریل رہتے ہیں۔“

”واقعی مسحک خیز ہے۔ بخلاف شہر بھر کے کرلوں کو کون گنتا پھرے گا۔“

”میرے خیال میں تو ہمارے شہر میں ایک بھی نہ ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔

”نہیں ایسا تو نہیں، میرے ہی پڑوں میں ایک کریل صاحب رہتے ہیں..... کریل سعید۔“

”غائب رہنا رہنے ہو گئے ہوں گے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”ہاں.....!“

”بھی یہ فوجی بھی عجیب ہوتے ہیں۔ انتہائی شاہزاد قسم کا فوجی بھی تھوڑا بہت..... ضرور ہوتا ہے۔“

"اس میں تو کوئی شک نہیں۔" اشرف بولا۔ "اب کریل سعید ہی کو لے جیجے وہ چوہیں گھنٹہ فوجی بنا رہتا ہے۔ حد ہو گئی کرتے چار دن ہوئے کہ اس کی اکلوتی خورد سال لڑکی عاشر ہو گئی اور اس کے سکون و اطمینان میں کسی قسم کا کچھ بھی فرق نہیں آیا۔"

"اکلوتی خورد سال پچی۔" فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "ابھی تو آپ نے کہا کہ وہ ریٹائر ہو چکا ہے، اس کا مطلب کہ وہ کافی معمم ہو گا اور صرف ایک چھوٹی سی پچی۔"

"اس نے بہت دیر میں شادی کی تھی۔ پچی کے پیدائش کے سلسلے میں یہوی کا انتقال ہو گیا تھا۔ پھر اس نے پانچ چھ سال تک شادی نہیں کی۔ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا اس نے ایک کتواری لڑکی سے دوسری شادی کر لی اور اب بیچارہ دن رات دواؤں کے اشتہارات پڑھا کرتا ہے اور ایک دلچسپ بات..... وہ بھی ان احتقز ڈاکٹروں کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ میں نے کئی بار ڈاکٹر وحید کو اس کے یہاں جاتے دیکھا ہے، آج سے پہلے مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی۔ یہ سمجھتا تھا کہ وحید جس کا پہلے میں نام بھی نہیں جانتا تھا، اس کا کوئی ملنے والا ہے۔"

"تو یہ نہیں کیسے معلوم ہوا کہ کریل سعید ان سے اپنا علاج کرا رہا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔ "محض قیاس کی بناء پر..... یہ لوگ بوڑھوں کو جوان اور بزردلوں کو شیر بنتے ہیں ن۔ کریل سعید کو اپنی جوان یہوی کی موجودگی میں جوان بننے کی سخت آرزو ہے۔"

"اوہ.....!" فریدی نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "اور اس غریب پچی کا کیا ہوا۔"

"کچھ پتہ نہیں چل سکا۔"

"عاشر کس طرح ہوئی تھی۔"

"گھر سے عاشر ہو گئی۔"

"کیا گھر میں تھا تھی۔"

"اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ اس دوران میں کریل شہر میں موجود نہیں تھا۔"

"کہیں باہر گیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

”بیوی گھر ہی میں رہی ہو گی۔“

”ہاں.....!“

”وہ کیا کہتی ہے۔“

”اس کے متعلق مجھے علم نہیں۔ غالباً اس نے پولیس کو اپنا بیان ضرور دیا ہو گا۔“

”کرٹل اس پر بگڑا تو بہت ہو گا۔“

”ہو سکتا ہے..... وہ اپنی بیٹی کو چاہتا بہت تھا۔“

”میرا خیال ہے کہ کسی نے اسے زیور وغیرہ کی لائج میں قتل کر دیا۔“ فریدی نے کہا۔ ”کیا وہ زیورات پہنچتی تھی۔“

”آپ ہی کا نہیں بہتوں کا بھی خیال ہے وہ ہیروں کا ایک ہار پینے ہوئے تھی۔“

”ہیروں کا ہار اور آٹھ سال کی بچی۔“ فریدی نے حیرت کا انتہا کرتے ہوئے کہا۔

”میں نے عرض کیا تاکہ کرٹل اسے بہت عزیز رکھتا تھا۔“

”تو اس کا مطلب کہ کرٹل کافی مالدار آدمی ہے۔“

”خاندانی ریس ہے۔“

”پھر بھی کسی بچیوں کو اتنے قبیلی زیورات پہننا کر چھوڑ دینا کہاں کی عمل مندی ہے۔“

فریدی نے کہا۔

”ہے تو حماقت ہی۔“

”سو تسلی ماں کا برنا تو اس کے ساتھ کیا تھا۔“

”میرے خیال سے نہ انہیں تھا۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ بھی اسے بے حد چاہتی تھی۔ شریا کا بیان ہے کہ وہ اکثر اسے اپنے پنگ پر ہی سلا لیا کرتی تھی۔“

”ہوں.....!“

اس کے بعد خاموشی چھاگئی۔ فریدی سکار سکا کر لبے لبے ش لینے لگا اور اشرف پھر پھلی پھلنے کی ڈور کی طرف متوجہ ہو گیا۔

شریا اور شیلا مچھلیاں ٹل پکنے کے بعد مسلم سن پر بھونتے کے لئے لکڑیاں اکٹھا کر رہی تھیں۔

حمدہ شہزاد کو منانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”ارے بھائی میں تم کھانے کے لئے تیار ہوں۔“ حمید بولا۔

”لیکن میں آپ کی تم کی ضرورت نہیں محسوس کرتی۔“

”بھتی میں کس طرح سمجھاؤں۔“

”میں کب کہتی ہوں کہ مجھے سمجھائیے۔“

”بیکھر آدمی ہو۔“

”دیکھنے میں خواہ خواہ بات نہیں ہے حاصل۔“

”تو میں کب چاہتا ہوں۔“

شہزاد نے کوئی جواب نہ دیا۔

”بعض اوقات فریدی صاحب کا مذاق حد سے بڑھ جاتا ہے۔“ حمید نے کہا۔

شہزاد پھر کچھ نہ بولی۔

”خواہ خواہ ایک بے سکلی بات بول کر خود الگ ہو گئے۔“

”تو آپ ہی پر کون سی مصیبت ثوٹ پڑی۔“ شہزاد بولی۔

”کیا یہ کم مصیبت ہے کہ تم خواہ خواہ بدگمان ہو گئیں۔“

”ہاں صاحب میں تو مصیبت ہی ہوں۔“

”ارے لا حول ولا قوۃ..... میں نے یہ کب کہا۔ چھوڑو،“ حمید بولا۔ ”میں نے تمہاری

بدگمانی کو مصیبت کہا تھا۔“

”تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“ شہزاد منہ پھلا کر بولی۔

”فرق..... ارے بھائی بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔“

”تو آپ جائیے نایاب سے۔“

”نہیں جاؤں گا۔“

”تو میں خود انھی جاتی ہوں۔“

”نہیں اٹھنے دوں گا۔“

"واہ اچھی زبردستی ہے۔"

"اب زبردستی ہی کرنی پڑے گی۔"

"بھی آپ خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہیں۔"

"اچھا میں دفان ہوا جا رہا ہوں۔" حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

شہزاد کچھ نہ بولی۔

حمدید پر پختا ہوا فریدی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

فریدی مسکرا کر بولا۔ "فرما یے۔"

"واقعی آپ محیک کہتے ہیں۔" "حمدید بولا۔" میں آج سے کان پکلتا ہوں۔"

"اپنے یا شہزاد کے۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"خدا را اس کا نام ذرا آہست سے لجھے۔ اگر سن لیا تو قیامت ہی آجائے گی۔"

"لا جوں والا قوتہ..... تم نے پھر شوہروں جیسی باقی شروع کر دیں۔ ارے میاں وہ تمہاری ہے کون۔ ابھی شادی بھی نہیں ہوئی۔ ذر کے مارے جان نکلی جا رہی ہے۔ احمد کہیں کے۔"

حمدید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سنجیدگی سے کسی مسئلے پر غور کر رہا تھا۔

"حمدید.....!" فریدی تھوڑی دیر چپ رہ کر بولا۔

"جی..... فرمائیے۔"

"کیا واقعی تم اسے بہت چاہتے ہو۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔"

"تو میں تمھیں ایک نیک مشورہ دیتا ہوں۔"

"فرما یے۔"

"کسی دوسرے کے حق میں دستبردار ہو کر تم فقیری لے لو اور بقیہ عمر خدا کی یاد میں گزار دو۔"

"جید مرشد۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ نے وہ مشورہ دیا ہے کہ میری پشت ہا پشت آپ کی احسان مند رہیں گی۔ لیکن اے طبیب روحانی والے رحمت یہ دانی یہ دنیا سرانے

قالی ہے۔ آج مرے کل دوسرا دن پرسوں تیرا۔ ترسوں چوتھا دن۔ غرضیک اسی طرح دن گزرتے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس منصب عاشقی کے لائق مجھے اپنے علاوہ اور دوسرا نظر نہیں آتا۔“

”مذاق چھوڑو.....!“ فریدی نے سمجھی گی سے کہا۔ ”میں تمہیں ایک کامیاب جاؤں دیکھنا چاہتا ہوں۔“

”ضرور دیکھئے۔“ حمید نے کہا۔ ”میں آپ کو منح نہیں کرتا۔ لیکن میں اس کی اتنی بھاری قیمت ادا نہیں کر سکتا۔“

”لیکن تم تو بھی کان پکڑ رہے تھے۔“

”تو آپ اس سے کیا سمجھے۔“

”بھی کہ اب تم عشق سے باز آ جاؤ گے۔“

”آپ غلط سمجھے۔“ حمید نے کہا۔ ”میرا مطلب یہ تھا کہ اب میں آپ کو موقع بے موقع تاؤ نہ دلایا کروں گا۔“

”الاحوال والا قوت..... بھی تو میں کہتا ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ نے آج کا سارا رومانس کر کر اکر دیا۔“

”مجھے افسوس ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن رومانی اعتبار سے میرا دن بڑا حسین رہا۔“

”رومانی اعتبار سے۔“ حمید نے مستحبات انداز میں دھر لیا۔

”ہاں..... بھی میرا رومان ہے۔ جب کوئی حادث پیش آتا ہے جب کوئی پراسرار چیز میرے سامنے آتی ہے۔ تو مجھے کم و بیش وہی لذت محسوس ہوتی ہے، وہی بے چینی مجھے میں پیدا ہو سکتی ہے پھر چیزیں جیسے میرے قدم کامیابی کی طرف اٹھتے ہیں میرا جنون تیر سے تیز تر ہوتا جاتا ہے۔ کیا سمجھے.....!“

”خدا کرے میں کبھی کچھ نہ سمجھوں۔“ حمید نے کہا۔

”خیر چھوڑو تم کریل سعید کے بارے میں کیا جانتے ہو۔“ فریدی نے دھنباٹ کا رخ موزتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔“

”کیا یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ تمہارے دوست اشرف کے بیٹگلے کے قریب ہی رہتا ہے۔“

”نہیں مجھے اس کا بھی علم نہیں۔“

”خیر..... مجھے اس کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔ یہ معاملہ مجھے پچھلی لینے پر مجبور کر رہا ہے۔ ہاں دیکھو..... اس ہار کا تذکرہ اس وقت تک کسی سے نہ کرنا جب تک میں اجازت نہ دوں۔“

”تو پھر اس ہار کا کیا کیا جائے۔“ حمید نے پوچھا۔

”یہ دوران تفتیش میں میری تجویزی میں رہے گا۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”آخر یہ اس کی پشت پر تصویر کس کی ہے۔“

”غائب لاکی کی ماں کی تصویر ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”کیا اخبار میں اس تصویر کے متعلق کچھ نہیں تھا۔“

”نہیں۔“ حمید نے کہا۔ ”اس سلسلے میں اشرف سے معلومات بھی پہنچائی جا سکتی ہیں۔“

”لیکن براؤ کرم آپ اس سے باز رہنے گا۔ مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا معلوم کر چکا۔ اک ذرا اڑیا سے اور گفتگو کرنی ہے۔“

”کیا اسے یہاں بالا لوں۔“ حمید نے پوچھا۔

”بھی نہیں.....!“ فریدی نے کہا۔ ”ہمیں یہ کام نہایت ہی خاموشی سے کرنا ہے۔“

حمد کچھ سوچنے لگا۔ فریدی بھی خاموش ہو گیا۔

”بھی اب تو یہ طرح بھوک لگ رہی ہے۔“

”اب ایسی باتیں نہ کہجئے کہ میں اپنا انکو خاچوں نے لگوں۔“ حمید نہیں کر بولا۔

”کاش تم بھی کر سکتے۔“

”کیوں کیا اس طرح بھی ایک کامیاب جاؤں بننے کے امکانات ہیں۔“

”کیوں نہیں..... کیا تم غزالہ کے پچاپ ویرنگ کو بھول گئے۔ وہ لکنی صفائی سے انکو خاچوں تا

تحا۔"

"لیکن وہ جاسوس کب تھا۔"

"اگر مجرم نہ ہوتا تو یقیناً ایک کامیاب جاسوس ثابت ہوتا۔"

تحوڑی دیر بعد شریا وغیرہ نے دستِ خوان لگادیا۔

"لیکن اس دستِ خوان پر صرف چار آدمی بینچے سکیں گے۔ میں شریا، اشرف بھائی اور فریدی صاحب۔ بقیہ لوگوں کے لئے الگ کوئی انتظام کرنا پڑے گا۔" شیلانے کہا۔

"بقیہ لوگوں میں تجھے قلعی بھوک نہیں ہے۔" شہزاد چڑ کر بولی۔

"اور..... یقین..... لوگوں میں..... میں بھوکا..... قلعی بھوکا نہیں ہوں۔" حمید اس طرح رک رک کر گھبرائی ہوئی آواز میں بولا کہ شہزاد کے علاوہ سب لوگ نہیں پڑے۔

"تو بہتر ہے آپ لوگ کہیں دور جا کر ہوا کھائیے۔" شریا چھک کر بولی۔

"ذرا کچھ خالی ٹیٹیں عنایت فرمائیے۔" حمید نے کہا۔

"کیوں.....؟" شیلانے پوچھا۔

"ہوا کھانے کے لئے۔"

"بات کچھ بیچنی نہیں۔" فریدی نے نہ اسمنہ بنا کر کہا۔ "میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تم کوئی ایسی بات کہو گے کہ سب بے ساختہ نہیں پڑیں گے۔"

"اب اگر آپ اس جملہ کی گھرائی تک نہ پہنچ سکیں تو میں کیا کروں۔" حمید نے جھینپ کر کہا۔

تحوڑی سی تفریح

پکنک سے واپسی کے بعد فریدی نے لباس تبدیل کیا اور سیدھا کوتوالی چلا گیا۔ حمید شہزاد کو مناتا ہوا اس کے گھر تک چلا گیا تھا۔

فریدی شاذ و نادر ہی کوتوvalی کی طرف جاتا تھا۔ اس لئے وہاں اس کی موجودگی دوسروں کی نظر میں خاصی اہمیت رکھتی تھی۔ آج بھی اسے وہاں دیکھ کر لوگ یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین

ہو گئے کہ وہ کس لئے آیا ہے لیکن کسی کی تشقی نہ ہوئی۔

جدلیش آج کل کوتواں انجارج تھا۔ فریدی کی امداد نے اسے اتنی جلدی ترقی کے ان مدارج تک پہنچا دیا تھا۔ پرانے اور تجربہ کار سب انسپکٹر منہ بھی دیکھتے رہ گئے اور جدلیش کوتواں انجارج ہو گیا۔

اس وقت وہ آفس میں بیٹھا پرانے قائل دیکھ رہا تھا۔ فریدی کو دیکھ کر پیساخت کھڑا ہو گیا۔
”آئیے..... آئیے..... انسپکٹر صاحب میں کئی دن سے ارادہ کر رہا تھا کہ آپ سے ملوں۔“ جدلیش بولا۔

”تم دوہی تو آئے ہو میرے حصے میں۔ ایک حمید دوسرے تم بھانے بازی کے ماہر۔“ فریدی نے نفس کر کہا۔

”نہیں آپ سے حق کہہ رہا ہوں۔“

”خیر خیر.....!“ فریدی بیٹھتے ہوئے بولا۔ ”کیا کوئی ضروری ہا۔۔۔ ہے بول۔“

”نہیں تو.....!“

”آؤ کہیں جلبیں گے۔“

”چلئے۔“ جدلیش نے کہا۔

دیکھی کر کے دونوں وکٹوریہ پارک پہنچے۔

”آج کل بیکاری کی وجہ سے طبیعت اکتیا کرتی ہے۔“ فریدی بولا۔

”یہاں تو دم مارتے کی بھی فرصت نہیں رہتی۔“ جدلیش نے کہا۔

”کیا آج کل کام زیادہ ہے۔“

”آج کل کیا..... ہمیشہ کام زیادہ رہتا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ اس دوران میں کوئی خاص تم کا حادثہ نہیں ہوا۔“ فریدی سگار سلاکا تا ہوا بولا۔

”بعض اوقات بہت بھی عام تم کے حادثے خاص سے بھی زیادہ بن جاتے ہیں۔“

”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”اے ابھی پرسوں ہی کی بات ہے کہ کرٹل سعید کی آخر سالہ بچی کھو گئی جس کے لے
میں ایک بیش قیمت ہیروں کا ہار تھا۔“

”تو کیا ہوا..... مل ہی گئی ہو گئی۔“

”بیکھ تو مصیبت ہے کہ آج تک اس کا پتہ نہیں لگ سکا۔“

”انہا بیش قیمت ہار پہننا کر اسے اکیلے گھر سے نکالا ہی کیوں گیا۔“

”اکیلے کہاں..... وہ معاملہ ہی عجیب ہے۔“

”یعنی.....!“

”لڑکی اپنے سونے کے کمرے سے غائب ہو گئی۔“

”سونے کے کمرے سے..... تو کیا رات میں کسی وقت۔“

”جی ہاں..... اس کی اطلاع گھر والوں کو دوسرا دن منجھ ہوئی۔“

”بہت خوب..... معاملہ دلچسپ ہے۔“ فریدی سوچتا ہوا بولا۔ ”اور ہار کے متعلق کیسے
معلوم ہوا۔ کیا لڑکی ہار پہن کر سوتی تھی؟“

”کرٹل کی بیوی تو بیکھتی ہے۔ وہ دراصل اس کی سوتی مان ہے۔“

”عجیب و غریب لوگ ہیں۔ میں نے انہائی دولت مند گھرانوں میں بھی یہ نہیں دیکھا کہ
انتے قیمتی زیورات کی طرف سے اتنی لاپرواہی برآتی جائے۔“

”کرٹل کافی دولت مند آدمی ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ اس کی سوتی مان کی حرکت ہے۔“ فریدی بولا۔

”خیال تو میرا بھی سکی تھا لیکن کرٹل اسے حلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ پڑوس کے لوگوں
سے بھی سکی معلوم ہوا ہے کہ وہ اسے بے حد چاہتی تھی۔“

”ہوں.....!“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”کیا وہ پر دے میں رہتی ہے۔“

”نہیں صاحب..... ترقی یافتہ لوگ ہیں..... میرا خیال ہے کہ اس وقت دونوں میاں بیوی
کسی ہوٹل میں بیٹھے چائے پی رہے ہوں گے۔“

”تو یہ سارے حالات تمہیں اس کی زبانی معلوم ہوئے ہوں گے۔“

”مجی ہاں..... کرٹل سعید تو یہاں تھا ہی نہیں۔ وہ کل کہیں باہر سے آیا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ کسی نے کرٹل سے معقول رقم وصول کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔“

فریدی بولا۔

”ہو سکتا ہے۔“ جگد لیش نے کہا اور سگر ہٹ سلاکا نے لگا۔

”خیر ہو گا.....!“ فریدی نے کہا ”ہاں بھی تم سے ایک ضروری بات پوچھنی تھی۔“

”پوچھتے۔“

”کبھی جھریاں کی طرف گئے ہو۔“

”اکثر شکار کے سلسلے میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔“

”اس درمیان کب گئے تھے۔“

”لقریب دو تین ماہ کا عرصہ ہوا۔“ جگد لیش نے کہا۔

”وہاں دو ڈاکڑوں کی تجربہ گاہ بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا یا نہیں۔“

جگد لیش کو بے ساختہ بھی آگئی۔

”ہاں ہاں بظاہر ان کی حرکتیں احتفاظہ ہیں۔“ جگد لیش بولا۔ ”لیکن کارناٹے قابل تعریف۔“

”کیا کوئی خاص کارناٹہ تمہاری نظر وہ سے بھی گزرا ہے۔“

”ان کے کارناٹوں کا اعتراف خود حکومت کو ہے۔ جگ کے نہ جانے کتنے ہی زخمیوں کو انہوں نے بالکل تنی زندگی بخش دی۔ ان کے لئے تجربات کے سلسلے میں خود حکومت ان کی مدد کر رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں انہوں نے کچھ نئے آلات حکومت کے توسط سے منگوائے ہیں۔“

”اور میں اتنا غافل ہوں کہ مجھے ان کے بارے میں آج تک کچھ نہیں معلوم ہوا۔“ فریدی

نے تشویش ہاک لبھ میں کہا۔

”کیوں..... کیا کوئی خاص بات۔“ جگد لیش چوک کر بولا۔

”نہیں..... کوئی خاص بات نہیں۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ اتنے دلچسپ اور قابل آدمیوں سے اتنے دنوں کے بعد ملاقات کر سکا۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”نہیں کوئی بات ضرور ہے۔“

”کچھ نہیں بھی..... کیا یہ ضروری ہے کہ میں جو کچھ پوچھوں اس کے پتھے کوئی خاص بات ہی ہو۔“

جگد لش خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کے پھرے سے معلوم ہو رہا تھا..... فریدی کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔

”بھائی حید کے لیا حال ہیں۔“ جگد لش تھوڑی بُری بعد یو لا۔
”وہی پرانا مرفر۔“

”یعنی.....!“

”عشق بازی۔“

جگد لش ہنسنے لگا۔

”آخر آپ کو اس سے اتنی نفرت کیوں ہے۔“ جگد لش نے مسکرا کر پوچھا۔

”نفرت نہیں بھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں عشق کا قائل ضرور ہوں مگر اسی صورت میں جبکہ بالکل بیکاری ہو۔ بیکاری سے یہ مطلب نہیں کہ کوئی کام نہ ہو بلکہ بیکاری سے مراد بڑھا پا ہے۔ یعنی جب بالکل ہاتھ پر تمک جائیں اس وقت عشق کرتا چاہئے۔“

”آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ بھر اس وقت عشق کہاں ہوتا ہے۔“

”اگر نہیں ہوتا تو عشق سے زیادہ انوچیز دنیا میں ہے ہی نہیں۔“

جگد لش مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

فریدی سوچ میں ڈوبا ہوا سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ دھڑا جگد لش کی طرف مڑ کر یو لا۔

”اس ہار کے متعلق ہلکی کچھ معلوم ہے..... کس قسم کا تھا۔“

”سو نے کی ہست پہل ٹیکیوں پر ہیرے جڑے ہوئے تھے..... درمیانی تکیہ کی پشت پر لڑکی کی ماں کی تصویر تھی۔“

”ہوں.....!“ فریدی نے آہتہ سے سر ہلا کیا۔ پھر آہتہ سے پوچھا۔ ”کرع کے یہاں کون کون رہتا ہے۔“

”وہ اور اس کی بیوی۔ تین توکر، ایک باور پی اور ایک خادم۔ پائیں باغ میں ایک مالی

ہے اور ایک چوکیدار جو چھانک کے قریب بنی ہوئی ایک کوئی میں رہتا ہے۔“

”ان لوگوں کے بیانات لئے۔“

”ہاں..... لیکن فضول کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہو سکی جس سے اصل معاملے پر کچھ روشنی

پڑتی۔“

”ان میں سے کسی کو مشتبہ بھی قرار دیا یا نہیں۔“

”یوں تو سمجھی پر شبہ کیا جاسکتا ہے۔“

”لیکن تمہیں کسی پر شبہ نہیں۔“

”شبے کی کوئی وجہ بھی ہوتی ہے۔“

”تمہیں کوئی وجہ نہیں مل سکی۔“ فریبی طنزیہ انداز میں یوں۔ ”آخر تمہیں کب سیقہ آئے گا۔ تم کہتے ہو کہ وہاں ایک چوکیدار بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ رات بھر جا گتا رہتا ہو گا۔ دوسری طرف تم یہ بھی کہتے ہو کہ لڑکی رات کو کسی وقت غائب ہوئی ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ساری ذمہ داری چوکیدار پر آپریتی ہے۔“

”اوہ..... سمجھی تو مصیبت ہے۔“ جکد لیش نے کہا۔ ”وہ غریب تو یقیناً ایک ہفتے سے بیمار

پڑا ہے۔“

”سنی سنائی کہہ رہے ہو یا تم نے خود دیکھا ہے۔“

”جس وقت میں نے اسے دیکھا وہ اس وقت بھی غشی کی حالت میں تھا۔“

”مالی رات کو بھی وہیں رہتا ہے۔“

”جی ہاں۔“

”باقیہ نوکر.....!“

”سب وہیں رہتے ہیں۔“

”تم نے لڑکی کے سونے کا کمرہ بھی دیکھا۔“

”کوئی خاص بات۔“

”کچھ نہیں۔“

”کاش میں اس وقت وہاں موجود ہوتا۔“

”اوہ.....! جلد لش چوک کر بولا۔“ تو کیا آپ اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔“
”نہیں..... لیکن کیس دلچسپ ضرور ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”کیا تم مجھے کرٹ
کے گمراہی طرح لے چل سکتے ہو۔“

”کسی طرح کیا..... ابھی چلتے۔“

”نہیں..... میں وہاں انپکٹر فریدی کی حیثیت سے نہیں جاؤں گا۔“
جدل لش اس کی طرف استفہامی نظروں سے دیکھنے لگا۔

”اس وقت تجھ بے ہیں۔“ فریدی اپنی کالائی پر بندگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر بولا۔
”تم ابھی کرٹ کے یہاں اسی کیس کے متعلق ہر یہ معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں چلے
جاو۔ لے لے یا ایک گھنٹے بعد ایک بادردی سب انپکٹر پولیس نہیں ٹاٹا کرتا ہوا وہاں پہنچ جائے گا۔“
”میں کچھ نہیں سمجھا۔“ جدل لش بے بھی سے بولا۔

”عجیب احمد آدمی ہو۔ کیا اتنے دنوں سے بھاڑتی جھوک رہے ہو۔ ارے بھجنی وہ سب
انپکٹر میں تھی ہوں گا۔“

”اوہ.....! جلد لش چک کر بولا۔“ تو گویا آپ تجھ کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔“
”یوں تھی سمجھلو۔“

”تب تو یہ کوئی معمولی کیس نہیں معلوم ہوتا۔“

”بہت ممکن ہے ایسا تھی ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”تجھیں کوئی ضروری کام تو نہیں کرتا۔“
”نہیں.....!“

”تب تم فوراً کرٹ کے یہاں چلے جاؤ۔“ فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔
جدل لش ایک ٹیکسی پر کوتوالی کی طرف روانہ ہو گیا اور فریدی سڑک پار کرتا ہوا گمراہ جانے
کے بجائے ایک ٹیکسی میں مزگیا۔ اس نے شہر کے متعدد چھوٹے موٹے ہوٹلز میں کمرے
کرائے پر لے رکھے تھے جنہیں وہ اکٹھ کر کی تھیں۔ کسی خاص مقصد کے لئے استعمال کرتا رہتا تھا۔ وہ
تمن عکس گلیاں ٹلے کرنے کے بعد وہ ایک بوسیدہ سی قدیم طرز کی عمارت کے سامنے پہنچ کر رک

گیا۔ یہ ایک گندہ سا ہوٹ تھا جہاں کم حیثیت کے لوگ آ کر قیام کیا کرتے تھے۔ ان میں زیادہ تر دینہی علاقوں کے مقدمہ باز زمیندار ہوا کرتے تھے۔ اس کا مالک شہر کے مشہور پدمحاشوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

”ڈر نہیں..... چل کر میرا کمرہ کھول دو۔“

اس نے میز کی دراز سے سمجھیوں کا لپچا نکالا اور ایک طرف پڑنے لگا۔

”تمہارے اس نئے دھنے سے میں خوش نہیں ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”جی کون سا دھنہ۔“

”دیکھو مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو۔“

”چیخ میں نہیں سمجھا۔“

”کمرہ نمبر دس میں کون ہے؟“

”وہ دراصل.....!“

”دیکھو پولیس کو اطلاع مل چکی ہے کہ تمہارے آدمی دیہاتوں سے بھولی بھالی لاکیوں کو بھگا لاتے ہیں اور تم ان سے پیشہ کراتے ہو۔ میں نے کئی بار تمہیں سمجھایا کہ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ۔ کیا یہ ہوٹ تمہارے اخراجات کے لئے کافی نہیں۔“

”میں..... میں مگر۔“

”فضولیں باتیں چھوڑو..... میرے سامنے تمہارا کوئی جھوٹ نہیں چل سکتا۔“

”جی بات یہ ہے کہ.....!“

”کوئی بات نہیں ہے۔“ فریدی کڑے لبجے میں بولا۔ ”ان لاکیوں کو آج یہی یہاں سے ہٹا کر ان کے گھروں کو بھجوادو۔ ورنہ کل تمہارے ہاتھوں میں ہھڑیاں ہوں گی۔ پولیس کسی مناسب موقع کی خطرے ہے۔“

”جی بہت اچھا۔“

کمرہ کھول کر ہوٹ والا واپس چلا گیا۔ یہ تک و تاریک کمرہ تھا جس میں سان کی بدبو گونج رہی تھی۔ فریدی نے جیب سے ایک دیا سلائی نکال کر طاق پر رکھی ہوئی موم عق روشن کر دی۔

تحوزی دیر کے بعد فریدی ایک اور جنگل کے بھیس میں کمرے سے برآمد ہوا۔ اس نے ایک چیزی رکوائی اور کرٹل سعید کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ آہستہ آہستہ تاریکی پھیلتی جا رہی تھی۔ سڑک کے کنارے لگے ہوئے بھلی کے کھمبوں کے بلب روشن ہو گئے تھے۔ شہر کی چہل پہل بڑھ گئی تھی۔ ہوٹل کے سامنے کاروں ہاتا گوں کے جگہتے تھے۔

فریدی سوچ میں ڈوبا ہوا کرٹل سعید کے بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔ تقریباً پندرہ میں منت کے بعد اس نے ٹیکسی ایک جگہ رکوائی اور کرایہ ادا کر کے پیدل چل پڑا۔

چند لمحوں کے بعد وہ کرٹل سعید کے بنگلے کی کپاؤٹ میں داخل ہو رہا تھا۔ توکر سے اطلاع کرانے پر وہ ڈرائیور روم میں بلوایا گیا۔ جلدیش ایک نوجوان اور خوبصورت عورت سے باتمیں کر رہا تھا۔

”واہ انپکٹر صاحب..... میں آپ کا انتظار ہی کرتا رہ گیا۔“ فریدی نے جلدیش سے کہا۔
”آئیے آئیے۔“ جلدیش ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ”ایک ضروری کام سے مجھے یہاں آنا پڑا۔ بہر حال میں آپ کے لئے کوتولی میں کہہ آیا تھا۔ کہنے آپ کے علاقے میں سب خیر ہے نا۔“

”مجی ہاں..... کوئی خاص بات نہیں۔“
فریدی کی نظریں دیوار پر گلی ہوتی ایک تصویر پر جم گئیں۔ یہ تصویر اسی عورت کی تھی جسے اس نے ہیروں والے ہار میں دیکھا۔ فریدی نے اطمینان کا سانس لیا۔ جلدیش اسے کرٹل صاحب کی لڑکی کی گشادگی کا حال بتانے لگا۔ فریدی دلچسپی اور توجہ سے سخنوارہ۔ درمیان درمیان وہ بول بھی پڑتا تھا۔ عورت خاموش تھی۔ کبھی کبھی ایک آدھ سختنڈی سانس لے کر وہ بے چینی سے صوفے میں کھسانے لگتی۔

”اور ابھی بیکم صاحب کی زبانی معلوم ہوا کر۔“ جلدیش عورت کی طرف اشارہ کر کے بولا۔
”اس صد میں کی وجہ سے کرٹل صاحب کے دماغ پر مرما اثر پڑا ہے۔“
”دیجئی.....!“ فریدی نے پوچھا۔

”دماغی حالت درست نہیں۔ اکثر وہ اپنے کتے کو دیکھ کر بھوکلنے لگتے ہیں۔“

جکد لیش نے یہ جملہ کچھ ایسے احتمان انداز میں کہا کہ فریدی کو ایک بے ساخت قسم کا قبضہ
ضبط کرنا پڑا۔

"اچھا.....!" فریدی عورت کی طرف دیکھ کر بولا۔

"جی ہاں..... بہت ہی تشویش ناک حالت ہے۔" عورت نے کہا۔

فریدی نے اس کی آواز میں ایک عجیب طرح کی کشش محسوں کی۔ ایسا محسوں ہوا جیسے
دور کہیں ویرانے میں دفعتاً گھنٹیاں سی نج اٹھی ہوں۔

"واقعی یہ حادثہ بہت ہی افسوس ناک ہے۔" فریدی بولا۔ "کیا رات کو یہاں کوئی باہری
آدمی آیا تھا۔"

عورت دفعتاً چونکہ پڑی۔

"جی نہیں..... نہیں تو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"اکثر مہماں تو آتے ہوں گے۔"

"جی ہاں..... کبھی کبھی۔"

"اور کرٹل صاحب کے ملنے والے بھی۔"

"جی ہاں۔"

"اس دن کون کون آیا تھا۔"

"جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی نہیں۔"

"اس وقت کرٹل صاحب کہاں ہیں؟"

"میں نے بتایا کہ ان کی ذہنی حالت ثمیک نہیں۔ انہیں تو کروں کی ٹکرانی میں ایک الگ
کمرے میں رکھا گیا ہے۔"

"اوہ.....!" فریدی بولا۔ "اتی خراب حالت ہے۔"

تحوڑی دیر بعد رکی گنتگو کرتے رہنے کے بعد جکد لیش اور فریدی اٹھ گئے۔ فریدی کا ایک
مقصد تو حل ہو گیا تھا۔ کرٹل سید کے ڈرائیک روم میں لگی ہوئی تصویر نے اس بات کی تصدیق
کردی تھی کہ جھریالی سے نکلنے والا ہار وہی تھا جو کرٹل کی لڑکی پہنے ہوئے تھی۔ جکد لیش اور فریدی

ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے چورا ہے تک آئے۔ جگد لش نے ایک ٹھیکی کروائی لیکن فریدی نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ وہ گھر واپس جانے کی بجائے حمید کے الفاظ میں مژہ شکی کرنا چاہتا تھا۔ اس کی یہ مژہ شکتی خاص ہی خاص موقعوں پر ظاہر ہوتی تھی جب کوئی خطرناک کام انجام دینا ہوتا یا جب کوئی الجھا ہوا معاملہ درپیش ہوتا تو فریدی عموماً شہر کی سڑکوں کے چکر لگایا کرتا تھا۔

کرنل سعید

دوسرے دن صبح حمید اور فریدی کرنل سعید کے متعلق ناشد کرتے وقت گفتگو کر رہے تھے۔
”آخر آپ اسے یہاں کیوں اٹھا لائے ہیں۔“ حمید بولا۔

”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔“

”کیا چارہ..... آخر معاملہ کیا ہے۔ میں تباہی تک نہیں سمجھ سکا۔“ حمید اکتا کر بولا۔
”میں خود تباہی تک کچھ نہیں سمجھ سکا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو پھر اسے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔“ حمید بولا۔ ”خواہ خواہ بہتر ہے گا۔“
”اس کی زندگی خطرے میں تھی۔“

”کیوں.....؟“

”چند مشاہدات کی بناء پر میں ایسا کہہ رہا ہوں۔“

”جلدی کہہ بھی ڈالئے۔“ حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔

”ذرا سوچ تو جب اس کی دماغی حالات اتنی خراب تھی تو اسے اس طرح کیوں رکھا گیا تھا
کہ وہ آزادانہ باہر نکل آیا۔ دوسرے یہ کہ اس کے کتنے کسی کوئھری وغیرہ میں بند کرنے کی بجائے
باغ میں کیوں باندھے گئے۔ خصوصاً اسکی صورت میں جبکہ وہ کتوں سے لٹانے پر آمادہ رہتا تھا۔
کتوں کو گھر سے ہٹا دینا چاہئے تو۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ اس کچھ سوچ رہا تھا۔

”غالباً آپ کا مطلب یہ ہے کہ کرنل کی بیوی اس پنجی کو اپنی راہ سے ہٹانے کے بعد اب خود کرنل کا خاتمہ کر دینا چاہتی ہے۔“ حمید نے کہا۔

امتوں کا چکر

"میں اتنی جلدی نتائج نکال لینے کا قائل نہیں۔" فریدی نے کہا۔

"پھر آپ کا کیا خیال ہے۔"

"ابھی تک کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔"

"کریم سعید کی بیوی کو تو آپ نے دیکھا ہو گا۔" حمید نے کہا۔

"ہاں.....!"

"اشرف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ کافی حسین ہے۔"

"ہاں بے حد حسین۔"

"اگر میں اس سے عشق شروع کر دوں تو کیسی رہے۔"

"ہر جگہ یہ تدبیر کام نہیں آسکتی۔" فریدی نے کہا۔ "ایسی حماقت نہ کرنا۔ ہماری ان حرکتوں سے یہاں کے سارے جرائم پیشہ واقف ہو چکے ہیں۔ اب کوئی عورت دھوکا نہیں کھا سکتی۔"

"نہیں تو سب سے بڑی بد نصیبی ہے۔" حمید اپنے چہرے پر اداکی طاری کرتا ہوا بولا۔

"بہر حال آپ نے اس کی بیوی کے متعلق کیا اندازہ لگایا ہے۔"

"صورت سے تو کسی طرح بھی مجرم نہیں معلوم ہوتی۔" فریدی نے کہا۔ "یہ نظریہ بھی ہر جگہ کار آمد نہیں ہوتا۔"

"پھر آخر کار آمد ہوتا کیا ہے۔"

"خندے دل سے ہر معاملے پر غور کرنا۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ نہ ہو گا۔" حمید بیزاری سے بولا۔

"خیر..... ذرا اٹھ کر کھڑکیاں اور دروازے بند کر دو۔ فوکروں سے کہہ دو اگر کوئی ملنے کے لئے آئے تو کہہ دیں کہ ہم لوگ گھر پر موجود نہیں ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں.....؟"

"عجیب احمدی ہو..... امرے بھئی کریم سعید۔"

"اوہ.....!" حمید اٹھتا ہوا بولا اور باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آ کر اس نے کمرے کے سارے دروازے اور کھڑکیاں بند کر لیں۔

فریدی اٹھا۔ اس نے فرش پر بچھے ہوئے قالمیں کا ایک کونا ہٹایا اور پھر فرش کے بڑے بڑے چوکوں پر چروں میں سے ایک ہٹا دیا گیا۔ بچھی سڑھیاں تھیں۔ فریدی اور حمید بچھے اتنے لگے۔ سڑھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ حمید نے بڑھ کر ہینڈل گھماایا اور دروازہ کھل گیا۔ یہ ایک زمین دوز کرہ تھا۔ صاف ستر۔ زمین پر قالمیں تھا۔ ایک طرف ایک صوف سینٹ قرینے سے رکھا ہوا تھا اور دوسری طرف ایک سہری تھی۔ جیسے ہی یہ لوگ اندر داخل ہوئے کریم سعید کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی وہ ان پر جھپٹ پڑا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے اسے سہری پر دھکیل دیا۔

”تم لوگ کون ہو اور مجھے یہاں کیوں بند کر رکھا ہے۔“ کریم سعید گرج کر بولا۔

”مخفی تھماری حفاظت کے خیال سے۔“ فریدی پر اطمینان لبھ میں بولا۔

”کیا فضول بکواس ہے۔“

”تو گویا تم اس وقت ہوش میں ہو۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”اگر خیریت چاہتے ہو تو مجھے چھوڑ دو۔“ سعید پھر گرجا۔

”لیکن آپ اسی طرح بخیریت رہ سکتے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”پھر وہی بکواس..... تم جانتے ہو میں کون ہوں۔“

”اچھی طرح۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”کریم سعید جو پہلی جنگ عظیم میں جرمنوں کے خلاف

لاڑتا اور اب اپنے کتوں سے لڑتا ہے۔“

اچانک کریم سعید پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ غصے میں تپتے ہوئے چہرے پر پسیدی دوز گئی اور چکتی ہوئی آنکھوں سے ایک عجیب قسم کا غم انگیز اضھال جھاکنے لگا۔ اس نے سر جھکالایا۔

تحوڑی دیر کی ذہنی کلکش کے بعد اس نے خود پر قابو پالیا۔

”لیکن تم نے مجھے یہاں بند کیوں کر رکھا ہے اور تم کون ہو۔“ کریم سعید آہت سے بولا۔

”محکمہ سرانی کا انسپکٹر فریدی۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”اگر میں تمہیں یہاں نہ

لے آتا تو تھمارے خوفناک کئے تمہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیتے۔“

”اوہ.....“ سعید جیخ کر بولا۔ ”تم کون ہوتے ہو میرے بخی معاملات میں داخل دینے والے۔“

”قانون کا حافظ۔“ فریدی سمجھی گی سے بولا۔ ”کیا تم بتاتے ہو کہ تمہاری لڑکی کہاں گئی۔“
”اچھا تو کیا میری لڑکی کو علاش کرنے کا بھی ایک طریقہ ہو سکتا تھا۔“ کرٹل سعید طنز یہ لجے
میں بولا۔ ”کس انلوں کے پڑھنے نے تمہیں ملکہ سراج غرسانی کا انپکڑ بنایا ہے۔“
فریدی ہٹنے لگا۔

”دیکھو میں کہتا ہوں مجھے چھوڑ دو۔“

”کیا تم ڈاکٹر وحید کو جانتے ہو؟“ فریدی نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔
کرٹل سعید چوک پڑا۔ وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”جسے تم بخی سمجھ رہے ہو وہ قانون کی نظروں میں بہت بڑا جرم ہے۔“
”کیا مطلب.....!“ کرٹل سعید چوک کر بولا۔

”لڑکی کو عاتیب کر کے تم نے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا ہے۔“ فریدی نے کہا۔
”یہ جھوٹ ہے، سفید جھوٹ ہے۔“ کرٹل سعید جیخ اٹھا۔

”تو پھر تم پاگل پن کا ڈھونگ کیوں رچاتے ہو۔“

”میں ڈھونگ نہیں رچاتا..... میں..... لیکن میں کیوں بتاؤں تم میرا کچھ نہیں
کر سکتے۔“ کرٹل سعید جیخ کر بولا۔

”وہ تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔“

”دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس پر مجبور نہیں کر سکتی۔“

”خیر دیکھا جائے گا۔“ فریدی نے بے پرواہی سے کہا۔ ”ابھی کوئی ایسی جلدی نہیں۔ میں
تمہیں اس پر غور کرنے کے لئے وقت دیتا ہوں۔“

”مگر تم یہ اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے ہو۔“ کرٹل سعید نے کہا۔ ”کسی شخص کو اس طرح
نظر بند کر دینا بھی قانونہ جرم ہے۔ تمہیں ایک دن اس کے لئے پچھتا ناپڑے گا۔“

”ایک دن کیا.....!“ حمید نہیں کر بولا۔ ”میں اسی وقت پچھاتنے کے لئے تیار ہوں۔“

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ خاموش ہو گیا۔

”جاوہ کرٹل کے لئے ناشتا لاؤ۔“ فریدی نے حمید سے کہا۔

حید چلا گی۔

”دیکھو کر ٹل۔“ فریدی بولا۔ ”میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں تمہاری ہی بہتری کے لئے۔“

”جی عنايت کا شکر یہ۔ آپ مجھے احسان مند نہ بنا میں تو زیادہ بہتر ہے۔“

”خیر تمہاری مرضی..... لیکن تم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔“ فریدی بولا۔

پولیس کی حیرانی

تمہرے خانے سے واپس آنے کے بعد فریدی گہری سوچ میں ڈوب گیا اور حید کچھ اکتا یا ہوا
ادھر ادھر ٹینٹنے لگا۔

”تم نے کیا اندازہ لگایا۔“ دھلتا فریدی بولا۔

”کچھ بھی میں نہیں آتا۔“

”کیا واقعی اس نے پاگل پن کا ڈھونگ رچا رکھا تھا۔“

”بات تو کچھ ایسی ہی معلوم ہوتی ہے۔“

”آدمی سخت قسم کا ہے۔ ذرا مشکل ہی سے کچھ اگلے گا۔“ فریدی بولا۔

”لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔“ حید نے کہا۔ ”اگر وہ بنا ہوا پاگل تھا تو اسے اپنے پاگل پن کا اٹھا رہا اس وقت کرنا چاہئے تھا جب کہ اسے دیکھنے والے موجود ہوں۔ رات کے نئائے میں جب غالباً گھر کے سارے افراد سور ہے تھے اس نے یہ حرکت کیوں کی۔ بالکل کتوں جیسی حرکتیں تھیں۔ رات کو اس نے ایک ٹانگ اٹھا کر کتوں کی طرح پیشاب بھی کیا تھا۔ اس کی ان ساری حرکتوں میں اتنی بے سانچگی تھی کہ کیا کہوں اور پھر دوسری بات یہ کہ اس کے کتنے بھی اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔“

”میں تمہیں انہی الجھاؤں کی طرف لانا چاہتا تھا۔“ فریدی بولا۔

”لیکن اس وقت وہ بالکل ہوش میں ہے۔“ حمید بولا۔

”اس کا بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ خاص خاص اوقات میں اس پر یہ حالت طاری ہوتی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”ادو وہ اپنی اس کیفیت سے واقع بھی معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے اس نے اپنے خی
محاطات میں دخل اندازی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔“

”یہ اور زیادہ حیرت انگریز بات ہے۔“

”اتنی ہی حیرت انگریز جتنی اس لومڑی اور خوفناک کتے کی لڑائی تھی۔“ فریدی نے کہا۔

”ڈاکٹر حمید نے یہ بھی کہا تھا کہ اس انجشن کا اثر وقوع تھا۔“

”بہر حال اس وقت ہم لوگ تین احقوں کے چکر میں پھنس گئے ہیں۔“ حمید ہنس کر بولا۔

”ابھی دیکھئے اور کتنا کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ اگر کہیں کریل کی بیوی بھی اسی نکلی تو مزہ ہی آجائے گا۔“

”اب دیکھو پولیس پر اس کا کیا رد عمل ہوتا ہے۔“ فریدی سکرا کر بولا۔

”میرا خیال ہے کہ اب تک پولیس کو اس کی گشداری کی اطلاع ہو چکی ہو گی۔“ حمید نے کہا۔ ”لیکن اسے بند کر رکھنے سے کیا فائدہ۔“

”ان لوگوں کو حیرت زدہ کرنا جنہوں نے اس کی لڑکی کو عائب کیا ہے۔“ فریدی بولا۔

”مگر آپ تو اس سے ایسی باتیں کر رہے تھے جیسے اسی نے یہ حرکت کی ہو۔“ حمید نے کہا۔

”بھی بات دراصل یہ ہے کہ ابھی میں بھی کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔“

”ابھی آپ نے لومڑی اور اس عارضی اثر رکھنے والے انجشن کے بارے میں کہا تھا۔

آپ کا یہ خیال ہے کہ کل رات کو ان ڈاکٹروں میں سے کوئی کریل سعید کے یہاں آیا تھا۔“

”بہت ملکن ہے۔“ فریدی بولا۔ ”یہ ساری کڑیاں ایک ہی سلسلے کی معلوم ہوتی ہیں بس

انہیں ملانا ہے۔“

”بس ملائے جائیے کڑیاں۔“ حمید ہنس کر بولا۔ ”اللہ نے آپ کی قسمت میں بھی لکھ دیا ہے۔“

اہمی یہ گفتگو ہوئی رہی تھی کہ کوتولی اپنے جگدیش کی آمد کی اطلاع ملی۔

”لیجئے۔“ حمید بولا۔ ”آگئے بروخوردار بلند اقبال کرٹل سعید کی گشادگی کی اطلاع لے کر۔“

”آؤ بھائی آؤ۔“ فریدی جگدیش کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر بولا۔

جگدیش دونوں سے مصافح کر کے بیٹھ گیا۔

”میں نے ابھی تک ناشہ بھی نہیں کیا۔“ جگدیش بولا۔

”تواب کرلو۔“ فریدی بولا اور توکر کو آواز دے کر ناشہ لانے کو کہا۔

”ایک نئی صیخت۔“ جگدیش بولا۔

”کیا کرٹل سعید نے اپنے کتے کو کاٹ کھایا۔“ حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

جگدیش بے ساختہ نہیں پڑا۔

”اماں کیا حمید بھائی تم بعض اوقات بے موقع ہنادیتے ہو۔“ جگدیش نے کہا۔

”کیا بات ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”کرٹل سعید غائب ہو گیا۔“

”غائب ہو گیا۔“ فریدی نے حیرت کا انہصار کرتے ہوئے کہا۔

”مجی ہاں۔“

”وہ کیسے.....؟“

”یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن وہ مگر پر موجود نہیں۔“

”عجیب احس آدی ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”ارے بھائی کہیں چلا گیا ہو گا۔ کوئی دودھ پیدا پچھہ ہے کہ غائب ہو گیا۔“

”ارے نہیں صاحب..... اس کی بیوی نے روپورٹ کی ہے۔ وہ رات اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا۔“

”اوہ.....!“ فریدی نے دیکھ کی انہصار کرتے ہوئے کہا۔

”اس کا ایک جتنا باغ میں ملا اور دوسرا غائب ہے۔“ جگدیش نے کہا۔

”الا ہول والا ہو۔“ حمید نہیں کہتے کہ اس کا ایک جتنا غائب ہے خواہ۔

خواہ کرٹل سعید کو غائب کر دیا۔“

”نہیں بھائی..... میرا مطلب یہ ہے کہ اس کی کسی سے باغ میں جدوجہد ہوئی جس کے نتیجے میں اس کا ایک جوتا باغ میں رہ گیا۔“

”تو کون سی مصیبت آگئی..... وہ جوتا باغ سے اٹھا کر پھر بنگلے کے اندر لے جایا جاسکتا ہے۔“

”ارے یار مذاق چھوڑو۔“ جلدیش بولا۔ پھر فریدی کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ”میرا

خیال ہے کہ اُسے کوئی زبردستی اٹھا کر لے گیا۔“

”بُدا نادر خیال ہے۔“ حمید بولا۔

”چپ رہو بھی۔“ فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ پھر جلدیش سے بولا۔

”وہ باغ میں کس طرح پہنچا۔ اس کی بیوی کے بیان سے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ کڑی گھرانی میں رکھا جاتا ہے۔“

”لیکن اس کی بیوی نے آج یہ بھی بتایا کہ اس پر وہ مجتوہانہ کیفیت ہر وقت طاری نہیں رہتی تھی۔ خصومارات کے وقت اس پر اس قسم کا دورہ پڑتا تھا لیکن نہیں کہا جاسکتا کہ رات کے کس حصے میں اس کی یہ حالت ہوگی۔“

”بہر حال اس کے گھر والوں کو چاہئے تھا کہ کم از کم رات ہی کو اس کی گھرانی کرتے۔“

فریدی بولا۔

”وہ تو ایک الگ سی بات ہے کہ کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا۔ اب یہ نی مصیبت کون سنبھالے گا۔“ جلدیش نے کہا۔

”جس کے سر پڑے۔“ حمید مسکرا کر بولا۔

”پھر وہی۔“ فریدی نے اسے ڈانتا۔

”بھائی حمید ہیں بھلا ان کی زبان کون روک سکتا ہے۔“ جلدیش نے نفس کر کہا۔

”تو پھر تمہارا کیا ارادہ ہے۔“ فریدی نے جلدیش سے پوچھا۔

”یہی پوچھنے کے لئے تو حاضر ہوا ہوں کہ کیا ارادہ کروں۔“

”نی الحال یہ ارادہ کرلو کہ تم کچھ نہ پوچھو گے۔“ حمید بولا۔

"خبر چلو.....!" فریدی امتحا ہوا بولا۔ اس نے کپڑے پہنے اور جگد لیش کے ساتھ باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ ابھی وہ دونوں برآمدے ہی میں تھے کہ حمید بھی تیار ہو کر آگیا۔

"تم کہاں چلے۔" فریدی نے پوچھا۔

"جہاں آپ.....!"

"ہم تو کرٹل سعید کے یہاں جا رہے ہیں۔" جگد لیش نے کہا۔

"کرٹل سعید کی بیوی میری رشتہ دار ہوتی ہے۔" حمید نے لاپرواں سے کہا۔

"میں تمہاری رشتہ دار یا ان خوب سمجھتا ہوں۔" جگد لیش ہنس کر بولا۔

فریدی کی کار کرٹل سعید کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گئی۔

کرٹل سعید کے پائیں باغ میں دو سب انپڑتے اور تین چار کاشیبل بیٹھے نوکروں کے بیانات لے رہے تھے انہیں دیکھ کر وہ کھڑے ہو گئے۔

"کوئی خاص بات۔" جگد لیش نے ایک سب انپڑتے سے پوچھا۔

"ابھی تک تو کوئی کام کی باتِ سیں معلوم ہو گئی۔" سب انپڑتے نے کہا۔

یہ تینوں انہیں دیں چھوڑ کر برآمدے میں آئے جہاں کرٹل سعید کی بیوی بیٹھی کرٹل سعید کے چند دستوں کو اس کی گشادگی کے متعلق بتا رہی تھی۔

"معاف کیجئے گا۔" جگد لیش نے کہا۔ "ہم ایک بار پھر آپ کو تکلیف دینا چاہتے ہیں۔"

"فرمائیے۔" کرٹل کی بیوی اٹھتی ہوئی بولی۔

"ہم کرٹل صاحب کے سونے کا کمرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"ضرور.....!" کرٹل کی بیوی نے کہا پھر آپ سہانوں سے مhydrat کرنے کے بعد

فریدی وغیرہ کے ساتھ ہو گئی۔

یہ لوگ کرٹل کے سونے کے کمرے میں آئے جو بہت ہی فراخ دلی کے ساتھ بیا گیا تھا۔

دیواروں پر زیادہ تر نیم عربی تصاویر گلی ہوئی تھیں۔ ایک آدھ جگہ جنسی معلومات سے متعلق چارٹ بھی لٹکے ہوئے تھے۔ فریدی مجسس نگاؤں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ مسہری کے

قریب آیا۔

”اوہ.....!“ اس کے منز سے بے اختیار نکلا اور اس نے سرہانے رکھی ہوئی ایک سرخ انھالی۔ پھر کرٹل کی بیوی کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے کچھ کہنے کے لئے سوچ رہا ہو۔

”کیا اس سرخ کے متعلق کچھ پوچھ سکتا ہوں؟“

”ہاں وہ اکثر اپنے ہاتھ سے خود ہی انجشن لیا کرتے تھے۔“ کرٹل کی بیوی نے کہا۔

”کس قسم کے انجشن.....!“

”درد گردہ کے۔“

اس دوران میں فریدی سرہانے رکھا ہوا تکمیر ہٹا چکا تھا۔ درمے لمحے میں اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی شیشی تھی، جس میں کوئی سفیدی سیال شے بھری ہوئی تھی۔

”یہ کیا ہے؟“ فریدی نے اس سے پوچھا۔

”بجھے علم نہیں۔“

فریدی سوچنے لگا۔

”کیا وہ کسی کے زیر علاج تھے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں۔“

”ان کا کوئی ڈاکٹر دوست تھا۔“

”کوئی نہیں۔“

”کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کوئی ایسا دوست ان سے ملنے کیلئے آتا تھا جو ڈاکٹر ہو۔“

کرٹل سعید کی بیوی چونکہ پڑی۔ لیکن اس نے فوراً ہی اپنی بدلتی ہوئی حالت پر قابو پالیا۔

”میرے خیال سے تو کوئی ایسا آدمی نہیں۔“ وہ بولی۔

”تو کیا کرٹل صاحب کسی ڈاکٹر سے مشورہ لئے بغیر ہی انجشن لے لیا کرتے تھے۔“

”نہیں آج سے دو سال قبل کسی ڈاکٹر نے انہیں مشورہ دیا تھا۔“

”کل رات یہاں کون کون آیا تھا۔“

”ایک تو اپکٹر صاحب۔“ وہ جلدیں کی طرف اشارہ کر کے بوی۔ ”اور ایک صاحب۔

انہیں ڈھونڈتے ہوئے یہاں پہنچ گئے تھے۔“

”ان کے علاوہ۔۔۔“

”ان کے علاوہ کوئی باہری آدمی یہاں آیا ہی نہیں۔۔۔“

”ان کا دماغ کب سے خراب تھا۔۔۔“

”میرا خیال ہے کہ بچی کے غائب ہونے کے بعد ہی ان کی یہ حالت ہو گئی تھی۔۔۔“

”آدمیوں کو بھی عک کرتے رہے ہوں گے۔۔۔“

”ہرگز نہیں۔۔۔“ کرٹل کی بیوی بولی۔۔۔ میں نے اکثر رات میں انہیں صرف کتوں پر تجھے دیکھا ہے۔۔۔“

”رات کے کس حصے میں۔۔۔“

”ایک رات تقریباً تین بجے اتفاقاً میری آنکھ کھل گئی۔۔۔ پائیں پاٹ میں شور سن کر میں نے کھڑکی سے جھاناکا، باہر اندر چرا تھا۔۔۔ لیکن پھر بھی مجھے ایسا معلوم ہوا چیزے دو کتے لڑا رہے ہیں۔۔۔ ہمارے کتے آپس میں بھی نہیں لڑتے، میں بھی شاید کوئی باہری کتا آ گیا ہے۔۔۔ میں نے ٹارچ انھا کر باہر روشنی ڈالی، لیکن میری حرمت کی کوئی اختتام رہی۔۔۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ ایک تو ہزار کتا تھا اور دوسرا خود کرٹل صاحب، وہ گھنٹوں اور ہاتھوں کے مل اچھل اچھل کر کتے پر جمل کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ بالکل کتے جیسی آواز میں بھوکے جا رہے تھے۔۔۔ میں نے تو کروں کو جگایا۔۔۔ وہ کسی طرح انہیں اندر انھالا تھے۔۔۔ وہ اس وقت ہوش میں نہ تھے۔۔۔ بہر حال میں نے اس دن سے ان کی کافی گمراہی شروع کر دی تھی۔۔۔ لیکن وہ رات کو کسی نہ کسی طرح گمرے سے باہر نکل ہی جاتے تھے۔۔۔ کل رات بھی شاید وہ باہر نکل گئے۔۔۔ پھر معلوم نہیں کیا حادثہ چیز آیا۔۔۔“

”آپ کی دانست میں ان کا کوئی دشمن تھا۔۔۔“ فریدی نے پوچھا۔۔۔

”اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔۔۔ فوجیوں کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔۔۔ کرٹل صاحب بہت اکھڑ آدمی ہیں۔۔۔ اس لئے اگر انہوں نے کچھ دشمن پیدا کر لئے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔۔۔ لیکن میں یہ نہ بتا سکوں گی کہ ان کا دشمن کون ہے ایسے تو جتنے بھی ان کے ملٹے کے لئے آتے ہیں بھی ان کے جگہ دوست معلوم ہوتے ہیں۔۔۔“

فریدی کے استفسار پر کرٹل کی بیوی نے کئی ایسے لوگوں کے نام اور پہنچ کھوائے جو اس

کے گھر آیا کرتے تھے۔ لیکن ان میں ڈاکٹر حمید کا نام نہیں تھا۔ فریدی کچھ سوچنے لگا۔ حمید غور سے کریل کی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوا رہا تھا جیسے وہ اس کی ولی کیفیات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو۔

فریدی اس سے چند اور سوالات کرنے کے بعد واپس جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ سرٹش اور شیشی کریل کی بیوی کی اجازت سے اس نے اپنی جیب میں ڈال لی تھیں۔

جگد لیش وہیں رہ گیا۔ حمید اور فریدی کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔
”مجھے تو اس محورت پر شبہ ہے۔“ حمید بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

”آوارہ معلوم ہوتی ہے۔“ حمید پھر بولا۔

”کیوں؟ آوارہ کیوں معلوم ہوتی ہے۔“

”اس لئے کہ اس کے باکیں چیر کی چھوٹی انگلی کے پاس والی انگلی تاب کے اعتبار سے چھوٹی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ بیتھ انگلیوں کی سٹھ سے کچھ اونچی ہو۔“

”کیا فضول بکواس ہے۔“ فریدی کچھ اکتا کر بولا۔

”صدیوں کے تجربات کا نتیجہ چیش کر رہا ہوں۔“

”بکومت.....!“

”اور جب وہ خاموش ہوتی ہے تو اس کے ہونٹ کھل جاتے ہیں اور دانت دکھائی دینے لگتے ہیں۔“

”تو پھر اس سے کیا۔“

”اوہ سکراتے وقت اس کے گالوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں۔“ حمید بولا۔ ”آسکر واللہ نے لکھا ہے کہ یہ نطفہ ناقصین ہونے کی علامت ہے۔“

فریدی بے اختیار ہنس پڑا۔

”ایسی سکت تو وہ خود آوارہ تھی اور اب تم اس کی آوارگی ثابت کرنے بینے گئے۔
فضول بکواس کر کے میرا دماغ مت خراب کرو۔“

”اُسکی باتوں سے دماغ روشن ہوتا ہے۔“

”پھر وہی۔“

”تند رستی اچھی رہتی ہے۔ آنکھوں کے سامنے نسلی پہلی چنگاریاں نہیں اڑتیں۔ سرنیں چکراتا، آنکھوں کی کھوئی ہوئی روشنی واپس آ جاتی ہے۔ دانت مضبوط اور چک دار ہو جاتے ہیں۔ خواب صاف دکھائی دیتے ہیں، آدمی بھوت پرست کے سامنے سے محروم رہتا ہے..... اور..... اور.....!“

”ارے بابا بند کرو..... یہ بکواس۔“ فریدی اکتا کر بولا۔

پھر احمدقوں میں

حید خاموش ہو گیا۔ کارتیزی سے چلی جا رہی تھی۔ سڑک کے پررونق بازار چھوڑتی ہوئی وہ ایک سنان سڑک پر مر گئی۔

”ہم کہاں جا رہے ہیں۔“ حید چک کر بولا۔

”بھریاں.....!“

”کیوں؟“

”ڈاکٹروں سے ملنے۔“

”الاحول والا قوۃ خواہ نتوہ وقت بر باد کریں گے آپ.....!“

”فضول بکواس مت کرو۔“ فریدی بولا۔

”تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کریل سعید کو پا گل بنانے میں انہیں کا ہاتھ ہے۔“

”یہ میں اس وقت سمجھ سکتا تھا جب سعید قطعی پا گل ہوتا ہے۔“

”تو کیا آپ کواس کے قطعی پا گل ہونے میں شبہ ہے۔“

”قطعی پا گل ہونے سے میری مراد ہر وقت کی بیویوی ہے۔“ فریدی بولا۔ ”صرف رات

ہی کو وہ کیوں پا گل ہو جاتا ہے۔“

”بہت ممکن ہے کہ خود انہوں نے اسے کوئی ایسی دوادی ہو جس کا وقٹی اثر یہ ہوتا ہے۔“

حید بولا۔

”یہی سب دیکھنے کے لئے تو چل رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”آخر وقتی طور پر اسے پاگل بنا دینے کا کیا مطلب ہے۔“

”کچھ عجیب اتفاق ہے کہ معاملہ لڑکی کی ٹلاش سے شروع ہو کر باپ کے پاگل پن پر ختم ہو گیا۔“ حید نے کہا۔

”خوبیں معاملہ ختم کہاں ہوا۔ وہ تو اب شروع ہوا ہے۔“

”وہ انشاء اللہ زندگی بھرا ہی طرح شروع ہوتا رہے گا۔“

”تم اجتنب ہو، جہاں ذرا سی محنت پڑی جان نکلنے لگی۔“ فریدی نے کہا۔

”اسے آپ ذرا سی محنت کہتے ہیں۔“

”دیکھو خواہ خواہ بک بک کرتے رہنے کی عادت اچھی نہیں۔“

”معاف کہجئے گا..... میری بھی بک بک آپ کی کامیابیوں کی ذمہ دار ہے۔“ حید بولا۔

”بہت اچھے! بڑی شاددار بکواس ہوتی ہے آپ کی۔ کاہل اور کام پور عورتوں کی سی باتیں

کرتے ہو۔“

”عورتوں ہائے عورتوں ذرا ایک بار پھر کہئے۔“ حید سینے پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔ ”اگر اسی طرح عورت افزائی کرتے رہے تو کیوں مجھے اکتنا پڑے۔“

”پھر وہی عورت۔“ فریدی جل کر بولا۔ ”اگر یہی عالم رہا تو ایک دن تم خود عورت ہو جاؤ گے۔“

”اور آپ اس وقت کہاں ہوں گے؟“ حید نے پوچھا۔

”جہنم میں۔“

”تو گویا نعموذ باللہ۔“

”خاموش رہو درست میں تمہارا سر اشیزگ سے لڑا دوں گا۔“ فریدی بچھپلا کر بولا۔

”اچھا پھر اس کے بعد آپ کہاں ہوں گے۔“

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت اسے حق حید کی بے شکی بکواس بہت کھل رہی تھی۔

حید بھی شاید سمجھ گیا تھا اس نے بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ فریدی کار کی رفتار لو
بلحچ تیز کرتا جا رہا تھا۔

جمیریاں پہنچ کر فریدی نے کار کچے راستے پر اتار دی۔ تجربہ گاہ کے سامنے پہنچ کر کار رک
گئی۔ کل ہی والا پھرے دار آج بھی چاٹک پر بیٹھا ہوا تھا۔ فریدی کو کار سے اترتے دیکھ کر وہ
کھڑا ہو گیا۔

”سلام صاحب۔“

”سلام! ذرا یہ کارڈ اندر بھجوادو۔“ فریدی نے اپنا ملا قاتی کارڈ جیب سے نکال کر اسے
دیتے ہوئے کہا۔

پھرے دار نے کسی کو آواز دی۔ ایک آدمی اندر سے آیا اور اس نے کارڈ اسے دے دیا۔
فریدی اندر بلالیا گیا۔

دوفوں ڈاکٹر لیبارٹری میں کوئی تجربہ کر رہے تھے۔ انہوں نے فریدی کو دیکھا۔

جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچے اندر سے کسی شیرخوار بچے کے رونے کی آواز آئی اور
اندر پہنچ کر ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ آواز ایک خرگوش کے
منہ سے نکل رہی تھی جسے ڈاکٹروں نے ایک مشین میں لگے ہوئے بخبرے میں بند کر رکھا تھا۔
حید کو بے اختیار بھی آگئی۔

”اوہ آپ۔“ حید نے چوک کر کہا۔ ”شاید کل بھی تو آپ آئے تھے، لیکن آپ نے یہ
نہیں بتایا تھا کہ آپ کون ہیں۔“

”اس قسم کا کوئی موقع ہی نہیں آیا تھا۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔“

”میں ایک تکلیف دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“
”فرمائیے۔“

فریدی نے وہی شیشی نکالی جو اس نے کرع سعید کے بستر پر پائی تھی۔
”میں اس سیال کا تجزیہ چاہتا ہوں۔“

”بس اتنی معمولی سی بات، میں تو سمجھا تھا کہ شاید آپ کوئی بڑی خدمت مجھ سے لینے والے ہیں۔“ ڈاکٹر وحید نے مسکرا کر کہا۔

فریدی نے شیشی اسے دے دی اور اس کے حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لینے لگا۔ ڈاکٹر وحید کے چہرے پر کسی قسم کی گھبراہٹ یا پریشانی کے آثار نہ تھے۔ اس نے نہایتطمینان سے شیشی کا عرق ایک لثث ثوب میں اٹھایا اور اس میں کچھ دوسرا چیزیں ملا کر اپرٹیپ پر گرم کرنے لگا۔

دفعہ تھوڑی دری بعد اس کے منہ سے عجیب قسم کی آوازنگلی اور وہ گھوم کر تھیں آمیز انداز سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”یہ چیز آپ کو کہاں سے ملی۔“ اس نے فریدی سے پوچھا۔

”یہ کیا ہے۔“ فریدی نے سوال کیا۔

”میرا دعویٰ تھا کہ اس کا راز صرف میں ہی جانتا ہوں مگر.....!“ وہ پریشانی کے لمحے میں بولا۔ ”یعنی.....!“

”آپ کو یہ کہاں سے ملا.....؟“

”کرعیل سعید کے یہاں.....!“

”کرعیل سعید کے یہاں۔“ ڈاکٹر وحید نے اچھل کر کہا۔ ”مجی ہاں۔“

”تو وہ حضرت اسے سین سے چاکر لے گئے ہیں۔“ ڈاکٹر وحید بے ساختہ بولا۔

”آپ اسے جانتے ہیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”اچھی طرح..... وہ میرے زیر علاج ہے۔“

”کس چیز کا علاج کر رہے ہیں آپ۔“

”جنی کمزوری کا۔“

”اوہ لیکن اس شیشی میں کیا چیز تھی۔“

”ہمارا ایک نامکمل تجربہ۔“ ڈاکٹر وحید نے کہا۔ ”یہ بھی جنی کمزوری ہی کی ایک دوا ہے۔

لیکن ابھی اس قابل نہیں کہ اسے کسی آدمی پر استعمال کیا جاسکے۔“

”شاید آپ کو یہ سن کر تجھ ہو کہ اسے ایک آدمی استعمال کرتا رہا ہے۔“

”کون.....!“

”کرٹل سعید۔“

”ارے..... مجھے اس کا علم ہی نہیں۔ تو پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا.....؟“

”نتیجے ہی کے سلسلے میں مجھے یہاں آنا پڑا ہے۔“ فریدی نے کہا اور کرٹل سعید کے پاگل

پن کی داستان دھرا دی۔ ڈاکٹر وحید کی آنکھوں میں عجیب تمہ کی چمک پیدا ہو گئی۔

”اوہ..... تب تو میرا تجھ پر سو فیصدی کا میاب رہا۔“ ڈاکٹر وحید سرت آمیز لمحے میں بولا۔

”مگر یہ ہے کیا بالا۔“ فریدی نے پوچھا۔

”آپ کتوں کی جنیت کے بارے میں تو جانتے ہی ہوں گے۔“ ڈاکٹر وحید بولا۔

”اپنے نظریے کو سامنے رکھ کر ہم کتنے کے غدد کے انکشش کے سلسلے میں تجھ پر کرو ہے تھے۔

ہم نے دوا تو تیار کر لی تھی لیکن ابھی تک اطمینان نہیں ہوا تھا۔ کرٹل سعید نے ہماری یہ مشکل بھی

دور کر دی۔ اگر وہ پندرہ دن تک متواتر اسے استعمال کرتا رہا تو آپ جانتے ہیں کیا ہو گا..... وہ

پھر سے جوان ہی نہیں پلکنے کو جوان ہو جائے گا۔“

”بشرطیکہ اس دوران میں اس کی ملک الموت سے ملاقات نہ ہو گئی ہو۔“ وحید بے ساختہ بولا۔

”کیا مطلب.....؟“

”وہ اسی پاگل پن کے عالم میں کل رات کہیں غائب ہو گیا۔“ فریدی نے کہا۔

”غائب ہو گیا۔“ وحید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”خیر فکر کی بات نہیں..... یہ پاگل پن عارضی ہوتا

ہے، اسے جب بھی ہوش آئے گا وہ واپس آجائے گا۔“

”لیکن اسے یہ دوامی کیسے؟“

”میری حماقت کی وجہ سے۔“ وحید بولا۔ ”میں نے دراصل اسے اپنے اس تجربے کے متعلق بتا دیا تھا اور یہ دوا بھی دکھادی تھی جو ایک بوگل میں رکھی ہوئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ ابھی قابل اطمینان نہیں ہے۔ لیکن آپ تو جانتے ہی ہیں کہ

بڑھاپے میں کسی جوان عورت سے شادی کر لینا کتنا خطرناک ہوتا ہے۔ کریں کی بے صبری نے اسے یہ دن دکھایا۔ اس نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں اس کا تجربہ اسی پر کروں لیکن میں خواہ تو وہ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھا، آخروہ اسے چاہی لے گیا۔“

”آپ اکثر ویژت اس کے گھر بھی جاتے رہے ہوں گے۔“

”ہاں اکثر اتفاق ہوا ہے، جب کبھی شہر جاتا ہوں اگر وقت ہوتا ہے تو اس سے ضرور مل لیتا ہوں۔ آدمی دلچسپ ہے۔“

”اس کی لڑکی کے متعلق تو آپ کو معلوم ہی ہو گا۔“

”ہاں میں نے اخبار میں پڑھا تھا۔ واقعی افسوس ناک حادثہ ہے۔“

”اور اب وہ خود بھی غائب ہو گیا۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمارا خیال ہے کہ اس کا کوئی عزیز اس کی دولت کے لامچے میں ایسا کر رہا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس کی بیوی کی جان بھی خطرے میں ہے۔“

”بہت ممکن ہے، اس قسم کے سیکھروں واقعات سننے میں آتے ہیں۔“ وحید بولا۔

”کل میں آپ کی تجربہ گاہ کے سب شعبے نہیں دیکھ سکا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو آج ہی دیکھ لیجئے..... ہمیں خوشی ہو گی۔“ ڈاکٹر وحید بولا۔

”پہلے بچوں کی طرح رونے والے اس خرگوش کا ماجرہ ایمان کیجئے۔“ حمید نے کہا۔

”یہ بھی بالکل نیا تجربہ ہے۔“ ڈاکٹر وحید مسکرا کر بولا۔ ”ہمارا خیال ہے کہ آدمیوں کی فطرت بدی جا سکتی ہے اس سلسلے میں ابھی ہم جانوروں پر تجربہ کر رہے ہیں۔“

”صاحب واقعی ہمارے ملک میں آپ لوگوں کا دم غیرمت ہے۔ یقیناً آپ سائنس کی دنیا میں ہمارا سروچنا کریں گے۔“ فریدی بولا۔

”آئیے..... میں آپ کو بقیرہ شبے دکھاؤں۔“ ڈاکٹر وحید نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

”یہ دیکھئے..... یہ ہمارا تھا سا بھلی گھر ہے جس سے ہم اپنی ضرورت کے مطابق بھلی بیدا کر سکتے ہیں۔ یہاں اس کرے میں ادویات رکھی جاتی ہیں اور آئیے ادھر تشریف لایے۔ جی

ہاں یہ بنا تات کا کمرہ ہے۔ یہاں دنیا کے سارے ممالک کی کار آمد بنا تات کے نمونے ہیں۔“
”کیا آپ نے شیر بھی پال رکے ہیں۔“ فاختا حید نے چوک کر پوچھا۔ اسے ابھی ابھی
ایک خوناک گرج سنائی دی تھی۔

”بھی ہاں..... اس سامنے والی عمارت میں درندے ہیں۔“

”تو کیوں نہ لگے ہاں ان کو بھی دیکھ لیں۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن مجھے فسوس ہے کہ آپ انہیں قریب سے نہ دیکھ سکیں گے۔ کیونکہ ابھی تک دہل کٹھروں
کا انعام نہیں ہوا کہا۔ درندے کردوں میں بند ہیں۔ خود ہم لوگ بھی ادھر بہت کم جاتے ہیں۔“

”یہ چیز تو خطرناک ہے۔“

”کیا کیا جائے..... حکومت نے کٹھروں کا وعدہ تو کیا ہے، دیکھئے کب تک ملتے ہیں۔“
ڈاکٹر وحید بولا۔

”غمبرائی نہیں آپ کو بہت جلد کٹھرے بھی مل جائیں گے۔“ فریدی نے کہا۔
”وہ کیسے۔“

”میں ایک روپرٹ پیش کردوں گا کہ موجودہ حالت میں درندوں کا رکھنا خطرناک ہے۔“
فریدی بولا۔

”ہم آپ کے انتہائی منون ہوں گے۔“

”لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ شیر رکھتے ہی کیوں ہیں۔“ حید نے پوچھا۔

”ان سے ہم بزدلوں کو شیر بانے میں مدد لیتے ہیں۔“ ڈاکٹر وحید نے کہا۔
”یعنی.....!“

”شیر کے خدوں کے انجکشن.....!“

”ہاں صاحب..... اگر آپ کسی کو گدھے کے خدوں کے انجکشن دیں تو کیا ہو۔“ حید نے
مسکرا کر پوچھا۔

”تو وہ آپ کی طرح فضول بکواس کرنے لگے گا۔“ فریدی نے جھنجلا کر کہا۔
ڈاکٹر وحید ہنسنے لگا۔

"اچھا ڈاکٹر اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔" فریدی نے مصافی کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔" وحید نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ نے ہمیں اس قابل سمجھا۔"

"فریدی اور حید کار پینٹنگ کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

"کیوں حید کیا خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ان لوگوں پر کسی قسم کا شہر کرنے کو دل نہیں چاہتا۔" حید بولا۔

"کیوں.....؟"

"بے چارے نے سب کچھ صحیح صحیح تو بتا دیا۔"

"خبر اس کا علم تو مجھے کریں سعید سے گفتگو کرنے کے بعد ہی ہو گیا تھا کہ وہ اپنی ان حرکتوں کا ذمہ دار خود ہے۔"

"تو پھر یہاں تک دوڑے آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"محض اپنے اطمینان کیلئے۔" فریدی نے کہا۔ "کوئی اور خاص بات تم نے مارک کی۔"

"کوئی نہیں..... مجھے تو کوئی خاص بات نہیں دکھائی دی۔"

"اس لئے تو کہتا ہوں کہ تم کبھی ایک کامیاب جاؤں نہیں ہو سکتے۔" فریدی نے کہا۔ "کیا تم نے یہ چیز نوٹ نہیں کی کہ ڈاکٹر وحید کو تو کریں سعید کے گھر جانے کا اقرار ہے لیکن کریں کی بیوی اس سے اتنا کرتی ہے۔"

"اوہ..... تو پھر..... آپ اس سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔"

"یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا نتیجہ اخذ کروں۔"

"بہر حال یہ چیز تو ظاہر ہو گئی کہ کریں کے پا گل پن اور اس کی بینی کی گشادگی میں کوئی تعلق نہیں۔ اب یہ بتائیے کہ کریں کا کیا ہو گا۔"

"جب تک اس کی لڑکی کے متعلق نہ معلوم ہو جائے اسے تہہ خانے ہی میں رکھوں گا۔"

"مگر یہ چیز ہے خطرناک.....!" حید نے کہا۔ "فرض کیجئے اگر اس کے متعلق آپ کو کچھ

نہ معلوم ہو سکا تو کیا ہو گا۔“

”وہ تو اب معلوم ہو کر ہی رہے گا۔“ فریدی نے پڑھیں اسے لجھے میں کہا۔

حید کچھ سوچنے لگا۔ دھننا اس کا چہرہ چک اٹھا۔ شاید اس کے ذہن میں کوئی نیا خیال پیدا ہوا تھا جسے وہ ایک ناجرب کار بیج کی طرح فور آئی اگل دینے کے لئے بے تاب ہو گیا تھا۔

”کرل سعید کی بیوی کی غلط بانی کی ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے۔“ حید بولا۔ ”وہ کیا۔“

”تو انی شرم..... کرل سعید اپنی جنسی کمزوری کا اعلان کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر وحید

سے پوچھ چکھ کی جاتی۔ اس نے اس کا ہم لینا مناسب نہ سمجھا ہو گا۔“

”کوڑی تو تم بہت دور کی لے آئے ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن اس چیز کو بھی پیش نظر رکھو کہ کرل کے پاگل پن کی اطلاع خود اسی نے پولیس کو دی تھی اگر وہ چاہتی تو اسے بھی چھپا لے۔ کیونکہ کرل اس دوا کو اسی وقت استعمال کرتا تھا جب اسے یقین ہو جاتا تھا کہ گھر کے سب لوگ سور ہے ہیں۔“

”آپ شاید یہ بھول رہے ہیں کہ کرل نے دوا چائی تھی۔ ممکن ہے اس کی بیوی کو بھی اس کا علم نہ رہا ہو۔ اسی لئے اس نے کرل کی حرکتوں کو پاگل پن عی سمجھا ہو۔“ حید نے کہا۔

”بھی تم آج بہت عقل مندی کی باتیں کر رہے ہو۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”پیشہ ٹھوٹکنے اس بات پر۔“

فریدی نے ایک گھونسہ حید کی پیشہ پر جڑ دیا۔

”کار سنبھالنے کا..... کار.....!“ حید چیخا۔

کار بچ گئی اس دفعہ ایک تاور درخت کی طرف گھوم گئی تھی۔ لیکن فریدی نے بڑی پھر تی سے اشیز ٹک گھما کر کار کو سڑک پر لگا دیا۔

دھننا ایک ٹرک کار کے پیچے سے آگے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹرک کافی تیز رفتاری کے ساتھ جاری تھا۔

”حید.....!“ فریدی چوک کر بولا۔

”یہ تو وہی ٹرک ہے۔“

”کون سا۔“

”وہی جو کل دیکھا تھا جس کے ڈرائیور نے نبڑوں کی چحتی بدلتی تھی۔“ فریدی نے کہا اور کار کی رفتار پچھے تیز کر دی۔

ٹرک پر بانس کے گھنٹے لدے ہوئے تھے۔ فریدی کی کار اس کا پیچھا کر رہی تھی۔
”نکال لے چلے۔“ حمید بولا۔

”عجیب الحص ہو..... اتنا اچھا موقع ہاتھ سے نکل جانے دوں۔“

”ابھی مسئلہ حل نہیں ہوا اور دوسرے میں ٹاگ اڑا دی گئی۔“

”جنے زیادہ معاملات ہوں اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔“

”آپ کی مرضی۔“

”دیکھنا یہ ہے کہ ٹرک جاتا کہاں ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”اور اس کے بعد ٹھنڈے ٹھنڈے لوٹ آئیں گے۔“ حمید بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ٹرک اور کار کا فاصلہ برابر رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ ٹرک کا ڈرائیور آہستہ آہستہ ٹرک کی رفتار تیز کرتا جا رہا ہے۔ ٹرک بالکل سنان تھی۔ اس لئے اسے کوئی خاص دقت بھی پیش نہیں آ رہی تھی۔

مزدوروں میں تکرار

ٹرک کے پیچے کے حصے میں جہاں خیوں کے ستون رکھے ہوئے تھے دو قوی ہیکل گور کے پیشے ہوئے تھے۔ وہ ٹرک کے جھکوں سے ادھر ادھر مل جانے والے ستونوں کو سنبھالتے چاہے تھے۔ فریدی غور سے ان کی یہ حرکت دیکھتا رہا۔ پھر دھنٹا وہ حمید سے بولا۔

”کچھ دیکھ رہے ہو۔“

”کیا۔“

”ان ستونوں کے سلسلے میں اتنی احتیاط کی کیا ضرورت ہے۔“ فریدی بولا۔

”ٹرک کی دیواریں کافی اوپری ہیں اور ستون ان کی سلسلے سے یقینے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ نہیں

گر سکتے۔ پھر یہ احتیاط۔“

”ہاں..... یہ چیز واقعی غور طلب ہے۔“ حمید بولا۔

”کیا خیال ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس انبار کے نیچے کچھ معلوم ہوتا ہے۔“

”بہت ممکن ہے۔“ حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”کیوں نہ انہیں روک کر تلاشی لی جائے۔“

”احمق ہوئے ہو۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہمیں اس کا حق کب پہنچتا ہے۔ اس قسم کی دعاویٰ میں اسی صورت میں کرتا ہوں جب سارے جائز ذراائع ختم ہو جاتے ہیں۔ دیکھو شروع سے میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر دل کی تجربہ گاہ اور ستونوں کے کارخانے میں کوئی نہ کوئی تعلق ہے۔“

”اس کی وجہ۔“

”اس کی سب سے بڑی وجہ تسلی ہے کہ ان دونوں عمارتوں میں بظاہر کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔“

”یعنی.....!“

”آحمد دل میل کے رتبے میں ان دونوں عمارتوں کے علاوہ اور آبادی نہیں ہے۔“ فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”اسی صورت میں دونوں عمارتوں کے مکینوں کے ایک درجے سے کچھ نہ کچھ تعلقات تو ہونے ہی چاہئیں۔“

”ضروری نہیں۔“ حمید نے کہا۔

”انسانی فطرت کے لئے قطعی ضروری ہے۔“

”تو آپ مفروضات پر اپنی منطق کی دیوار کھڑی کرنی چاہئے ہیں۔“

”ہر قسم کی تحقیق مفروضات اور تحلیل ہی سے شروع ہوا کرتی ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”میں نے اپنے ایک خیال کا انعام کیا ہے اور یہ دیکھنا تو بعد کی بات ہے کہ اس میں سچائی کہاں تک ہے۔“

”خبر صاحب معلوم ہو گیا کہ میتوں سرمارنا پڑے گا۔“ حمید بے دلی سے بولا۔

”ہو سکتا ہے کہ ایک ہی کھنٹے میں ساری محیاں سلیج جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک سال میں بھی کچھ نہ ہو سکے۔ سراغِ رسانی کا انعام تو محض اتفاقات پر ہے۔“

”اچھا اچھا زر اکار کی رفتار کم کیجئے۔“ حمید بولا۔ ”ٹرک شاکدا گلے موڑ پر گھوئے گا، اس کی

رفار کم ہو گئی ہے۔"

فریدی نے کار کی رفار کم کر دی۔ حید کا کہنا چکا۔ ٹرک اسی طرف مزگیا لیکن اس کی رفار کم ہی رہی۔ پہلے کی نسبت اب وہ ٹرک کے کنارے چار باتھا۔ کار کو راستہ دینے کے لئے۔ "دیکھا شاند انہیں شہر ہو گیا ہے۔ بہر حال ہمیں اب گاڑی آگے نکال لے جانی چاہئے۔" فریدی نے کہا۔ "تم تجھلی سیٹ پر چلے جانا۔ ابھی نہیں، مجھے گاڑی آگے نکال لے جانے دو۔" ٹرک پر ٹھاہ رکھنا۔"

فریدی اپنی کار ٹرک کے قریب سے نکال لے گا۔ حید تجھلی سیٹ پر بھی چکا تھا۔ پشت پر گئے ہٹھے سے وہ ٹرک کو دیکھ رہا تھا۔ ٹرک رک گیا۔ "ٹرک رک گئی۔" "حید بولا۔"

"وہ تو میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ انہیں ہم پر شہر ہو گیا ہے۔" فریدی نے کہا اور کار کی رفار تیز کر دی۔ چند لمحوں کے بعد ٹرک حید کی آنکھوں سے اوچھا ہو گیا۔ "یہ ٹرک کہاں جاسکتا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میں کیا جانوں۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ شہر میں کسی یوپاری کے یہاں جائے گا۔" "ممکن ہے۔" حید بولا۔

"کینے ڈی فرانس کے سامنے ایک فرم ہے۔ بہت ممکن ہے یہ ستون وہیں جا رہے ہوں۔" بہر حال اگر ہم کینے ڈی فرانس میں لجخ کھائیں تو کیا ہرج ہے۔"

"بھلا کھانے پینے میں کہاں ہرج ہو سکتا ہے۔" حید جلدی سے بولا۔

"مجھے کوئی امید نہیں۔ لیکن خیر ممکن ہے میرا قیاس صحیح لٹک۔" فریدی نے کہا۔

تحوڑی دیر بعد وہ کینے ڈی فرانس کے سامنے بیٹھ گئے۔ فریدی نے اپنی کار ایک فرلاگ پیچے ہی فٹ پاتھ سے لگادی۔ کینے میں وہ ایک کمز کی کے پاس والی میز پر بیٹھے۔ یہاں سے وہ باہر کی طرف بے آسانی دیکھ سکتے تھے۔ سامنے ہی میسر زمی۔ ایم اسٹھانا خیموں کے تاجر کا گودام تھا۔ گودام کے احاطے میں جا بجا بانوں اور بیلوں کے ڈیگر گئے ہوئے تھے۔

فریدی نے لفج کا آرڈر دیا۔ تقریباً آدھے سکنے کے بعد حمید کے چہرے پر اکٹھت کے آثار پائے جانے لگے۔

”شہر میں اور بھی یہ پاری ہوں گے۔“ حمید نے کہا۔ ”کیا یہ ضروری ہے کہ وہ سینیں آئے۔ قطعی ضروری نہیں۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس کے متعلق مجھے یقین نہیں ہے۔ ہم تو دراصل یہاں مخصوص لفج کھانے آئے ہیں۔ اگر اس سلسلے میں کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے تو کیا کہنا۔“

”ارے.....!“ حمید جوڑک کی طرف دیکھ رہا تھا چڑک کر بولا۔ ”لفج وہ رہاڑک۔“ ٹرک احاطے کے اندر داخل ہو رہا تھا۔

”اب فرمائیے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ٹرک چیزیں ہی احاطے میں داخل ہوا دو تین مزدور ادھر ادھر سے دوڑ پڑے۔ فریدی اور حمید لفج ختم کر چکے تھے۔ فریدی نے مل ادا کیا اور دونوں کیفیت سے کھل آئے۔ گودام کے احاطے کے قریب ایک پان والے کی دکان تھی۔ حمید وہاں سے سکر ہٹ خریج نہ لگا۔

مزدوروں میں اچھی خاصی سکھار شروع ہو گئی تھی۔ وہ مزدور جوڑک کامال اتنا نے کے لئے دوڑے تھے اس بات پر مصروف تھے کہ وہ ہی ان ستونوں کوڑک پر سے اتنا ریس گے۔ لیکن ڈرائیور انہیں اس بات سے روک رہا تھا۔ ان کے بجائے ٹرک پر بیٹھے ہوئے گورکھوں نے ستون اٹھا اٹھا کر گودام کے اندر لے جانے شروع کر دیئے تھے۔

”واہ بھیا..... یہ بھی کوئی بات ہے۔ سارا دن تو مال ہم نے ڈھویا۔“ ایک مزدور ڈرائیور سے کہہ رہا تھا۔ ”اور اب اس وقت تم اپنے مزدور لائے ہو۔“

”مالک کا بھی حکم ہے۔ میں کیا کروں۔“ ڈرائیور بولا۔

”اچھا حکم ہے۔“ مزدور نے کہا۔ ”اگر یہی بات ہے تو اب ہم کسی مل میں ہاتھ نہ لگائیں گے۔“

”تو یہ سب تم مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو۔“ ڈرائیور بولا۔ ”میرے سے جا کر کہو۔“

”اس سے پہلے جو مال لائے تھے اسے آخر ہم نے ہی تو اتنا رکھا۔“ ایک مزدور نے کہا۔

”اتنا رہو گا پھر میں کیا کروں۔“ ڈرائیور نے جواب دیا۔

بالآخر بکرار اتنی بڑی کہ خود شجراں کو آفس سے نکل کر آنا پڑا۔ اس نے ڈاٹ ڈپٹ کر مزدوروں کو الگ کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرک خالی ہو گیا۔

”اس میں تو کچھ بھی نہ تھا۔“ حید نے آہتہ سے کہا۔

”آذاب بیساں سے بہت چلیں۔“ فریدی نے کہا۔

دونوں اپنی کار میں آ کر بینے گئے۔ فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی۔

”خواہ خواہ ہماگ دوڑ کرتے رہے۔“ حید نے کہا۔

”خواہ خواہ کیوں؟“

”کیا ٹکٹاٹک میں۔“

”یہ تو اور دلچسپ بات ہے۔“

”اپنی دلچسپیاں بس آپ ہی سمجھ سکتے ہیں۔“ حید نے کہا۔ ”خاکسار کے ڈنک بھی سمجھ میں نہیں آتا۔“

”مزدوروں کی بکرار سے تم نے کیا اعطاہ لکایا۔“

”بس بکرار تھی۔“

”لیکن لا یعنی نہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ اس سے پہلے بھی اس ٹرک کا مال ایسا رکھے تھے آخر اس بار انہیں اس سے کیوں محروم رکھا گیا۔“

”اچھا اب گرفتار چلے۔“ حید نے اتنا کر کہا۔

گرفتار کرنے کے لئے فریدی کسی گھری سوق میں ڈوب گیا اور کبھی کبھی وہ بے چینی سے ادھر ادھر ٹکٹے گا۔ اسی دن وہ بیجے رات کو وہ کہن جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے کار نکالی اور ایک طرف ٹیکل پڑا۔ وہ یوں ہی بلا مقصود شہر کی سڑکوں کے پچھے کافتا پھر رہا تھا۔ تقریباً بارہ بیجے وہ کریں سید کے بٹلے کے پاس سے گزرا۔

آگے لے جا کر کار کھڑی کر دی۔ پھر تین بار اجمن کھولا اور بند کیا۔ غالباً یہ کسی قسم کا اشارہ تھا۔ جس پر ایک آدمی تاریکی سے نکل کر آہتہ آہتہ چلتا ہوا کار کے پاس آیا۔

”انپکٹر صاحب۔“ آنے والے نے آہتہ سے کہا۔

”آؤ بیٹھ جاؤ.....!“

وہ فریدی کے برا ببر بیٹھ گیا اور کارچل پڑی۔

”کوئی خبر.....!“

”گیارہ بجے رات وہ کہیں گئی ہے۔“

”اکیلے.....!“

”نہیں۔“

”کون تھا اس کے ساتھ۔“

”ایک آدمی۔“ اس نے کہا۔ ”لیکن میں اسے پہچانتا نہیں۔“

فریدی نے اپنی جیب سے دو تین تصویریں نکال کر اسے دیں۔

”ان میں سے کوئی تھا۔“ فریدی نے کہا۔

وہ آدمی تاریخ کی روشنی میں تصویر دیکھنے لگا۔

”یہ تھا..... سو قصدی بھی تھا۔“ اس نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”ہوں.....!“ فریدی نے کہا اور تصویریں لے کر جیب میں رکھ لیں۔

”کوئی اور بات۔“ فریدی نے پوچھا۔

”اور کچھ نہیں۔“

”کرٹل کی بیجوی پر کسی خاص پریشانی کے اثرات۔“

”میں اسے زیادہ قریب سے نہیں دیکھ سکا۔“

”اچھا.....!“ فریدی نے کار کو پھر کرٹل سعید کے بنگلے کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

”ابھی تمہارا کام ختم نہیں ہوا..... تمہیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ کب اور کس حالت میں گمراہ اپس آتی ہے۔“

”بہت اچھا۔“

”یہ لو۔“ فریدی نے اسکے ہاتھ پر دس روپے کا نوٹ رکھتے ہوئے کہا۔ ”رات کا خرچ۔“

ایک عجیب اتفاق

حید بے خبر سورہاتھا۔ فریدی نے اسے بچھوڑ بچھوڑ کر جگا دیا۔

”خیریت..... خیریت۔“ حید نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ پھر اس کی نظر گھری کی طرف گئی۔

”اف فوہ..... ابھی تو تین ہی بجے ہیں۔“ حید نے فریدی کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”کون کی آفت آگئی۔“

”کچھ نہیں..... چوہے کے مل سے جو ہاتھی لکلا ہے تمہیں دکھانا چاہتا ہوں اور اسی وقت تمہیں اس کا مہاوتہ بھی بناؤں گا۔“ فریدی فس کر بولا۔

”یعنی..... ا۔“

”آدمیرے ساتھ۔“ فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں دوسرے کمرے میں گئے۔ انہیں ستونوں میں سے ایک جوانہوں نے ڈرک پر

پڑے دیکھتے فرش پر پڑا ہوا تھا۔

”کیا خیال ہے۔“ فریدی حید کی طرف دیکھ گر بولا۔

”خواہ خواہ میری نیند خراب کی۔“ حید بڑی بڑی۔

”کیا تم مجھے اتنا احتیض سمجھتے ہو کہ میں خواہ خواہ اسے لاد کر یہاں لااؤں گا۔“ فریدی نے کہا۔

”تو کچھ بولنے بھی نا۔“ حید نے اکتا کر کہا۔

”تم متے کب ہو۔“

”اچھا سن رہا ہوں۔“

”کیا تم اسے بانس کا بنا ہوا سمجھتے ہو۔“ فریدی نے ستون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”میں نہیں..... میرا خیال ہے کہ یہ خالص سونے کا بنا ہوا ہے۔“ حید طنزی بچھے میں بولا۔

”میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔“ فریدی نے بخیگی سے کہا۔ ذرا اسے قریب سے دیکھو.....

اس کی مصنوعی گھنٹوں پر نہ جاؤ.....“ حید جھک کر اسے دیکھنے لگا۔

”واقتی کمال کر دیا۔“ حمید اٹھ کر بولا۔ ”لیکن آخراں میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ بھلا اس صفت گری کو جرم کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگر ششم کی لکڑی کا ستون ایسا بنایا گیا جو بائس کا معلوم ہوتا کون سی مصیبت آئی۔ واقعی کارگر نے کمال کر دیا ہے۔“

”لیکن یہ کمال دکھانے کی ضرورت..... ظاہر ہے کہ انہیں تماش میں تو جانا نہیں ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”ہو گا صاحب کچھ۔“ حمید نے اکتا کر کہا۔ ”آپ تو خواہ تو وہ ہر چیز کے چھپے چھپے جاتے ہیں۔“ ”اچھا اب اگر واقعی تم اس کمال کو دیکھنا چاہتے ہو تو وہ گلاس اٹھاؤ۔“ فریدی نے کہا اور ستون کو اٹھا کر زمین پر بیٹھتے ہوئے اسے اپنے زانوں پر رکھ لیا۔ سرے پر لو ہے کے رنگ چڑھے ہوئے تھے۔ فریدی نے انہیں گھما نا شرع کر دیا، دوسرے ہی لمحے میں رنگ ایک ڈھکن سیست ستون سے الگ ہو گئے اور کوئی سیال نہ پکنے لگی۔

”اڑے.....!“ حمید اچھل کر بولا۔

”گلاس لگاؤ.....“ فریدی نے کہا اور ستون کو جھکا دیا۔ گلاس بھر گیا۔ حمید حیرت سے اس کا منہ دیکھ رہا تھا۔

”کیوں قبل حمید صاحب کتنی تیس شراب ہے۔“ فریدی ہنس کر بولا۔ ”اگر کوئی ہرج نہ ہوتا تو تھوڑی سی چکھ کر دیکھتے۔“

حمید نے گلاس منہ میں لگا کر ہلکی ہلکی لی۔ فریدی نے ڈھکن بند کر کے ستون کو ایک کونے میں کھڑا کر دیا۔

”واقعی بہت عمدہ ہے۔“ حمید بولا۔ ”مگر یہ دلکی تو نہیں معلوم ہوتی۔“

”سو فیصدی دلکی ہے.....!“ فریدی نے کہا۔ ”کہنے چاہے کے مل سے ہاتھی اٹکایاں گے۔“ ”ماننا ہوں استاد۔“ حمید نے کہا۔ ”اب مجھے اس کیس میں کچھ کچھ دلچسپی پیدا ہوئی ہے مگر یہ آپ کوں کیسے گیا۔“

”کافی پا پڑ بیٹھنے پڑے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”یہ مجھے سور و پے میں طالہ ہے اور جو خطرات مول لینے پڑے ہیں وہ الگ ہیں۔“

”یعنی.....!“ حمید نے کہا۔

”چوکیدار کو سور و پی رشوت دینی پڑی۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے ایک ستون کی سخت ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ کو وہاں سے خریدا جاسکتا ہے۔ میں نے سور و پی رشوت اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی میری حماقت پر، کہ میں ایک ستون کے لئے اسے سور و پی دے رہا ہوں غالباً اسے کچھ شہر ہو گیا تھا۔ ابھی ہم لوگ اس گنگوں میں مشغول ہی تھے کہ وہاں ایک ٹرک آ کر رکا، میں جلدی سے چھپ گیا۔ اس پر سے دو آدمی اترے۔ چوکیدار نے انہیں سلام کیا اور وہ اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ ستون ڈھور ہے ہیں۔ انہوں نے چوکیدار کو بھی مدد کے لئے بلالیا۔ چوکیدار کو میں نوٹ دے چکا تھا۔ میں نے واقعی یہ ایک زبردست حماقت کی تھی۔ یعنی یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا کہ نہ تو اس نے میرے غائب ہی ہو جانے پر کسی تم کی حیرت کا انکھاں کیا اور نہ ان لوگوں سے میرے متعلق کچھ کہا۔ وہ لوگ بدستور اپنے کام میں مشغول رہے۔ چوکیدار نے مجھے چھپتے دیکھ لیا تھا، تھوڑی دیر بعد وہ میرے پاس آ کر آہستہ سے بولا ”کہ میں ان لوگوں کو باقوتوں میں لگاتا ہوں تم ٹرک میں سے ایک ستون انداز لے جاؤ۔ اس طرح میں اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔“

”اب کیا ارادہ ہے۔“ حمید بولا۔

”گھیارہ بننے کا۔“ فریدی نے سمجھ دی سے کہا۔

حمدیہ بننے لگا۔

”میں خالق نہیں کر رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”ہم لوگ گھیاروں کے بھیں میں مجریاں پلیں گے۔“

”آخر اس کی ضرورت۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ ستون بنانے والے کارخانے میں دراصل شراب بنتی ہے۔ اگر ہم نے انہیں دھوکے میں ڈال کر چھاپا مارا تو وہاں سے کوئی چیز ہٹا بھی نہ سکیں گے۔ لہذا خود مخواہ گھاس چھلنے سے کیا فائدہ۔“

”میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھے دلوں عمارتوں کا متعلق دریافت کرنا ہے۔ اگر ہم نے اس سے قبل چھاپا مارا تو ہمارا یہ حملہ ادھورا ہو گا اور شاید ناکام بھی۔“

دوسرا دن صبح جھریاں میں ستونوں کی فیکٹری اور ڈاکٹروں کی تجربہ گاہ کے درمیان میں دو گھیارے گھاس چیل رہے تھے۔ قریب ہی ایک ٹوٹی پھوٹی سی گھوز اگاڑی کھڑی تھی جسے عالیٰ دو گھاس لادنے کے لئے لائے تھے۔ یہ دلوں حمید اور فریدی تھے۔

”ٹھیک ہی کہا تھا اس بھوئی نے۔“ حمید نے گھاس چھیلنے چھیلنے سراخا کر کہا۔
”کیا کہا تھا.....!“ فریدی نے پوچھا۔

”تھی کہ تم بی اے پاس کر کے گھاس چھیلو گے۔“ حمید نے کہا۔ ”آج میں اس کا معتقد ہو گیا۔“
”اور میں شروع سے معتقد تھا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔
”آپ کو کیا معلوم۔“

”تم نے اس مجھے میں گھاس چھیلنے کے علاوہ آج تک اور کیا ہی کیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔
”یہ میرا عظیم ترین کارنامہ ہے کہ میری وجہ سے آپ اتنے مشہور ہو گئے۔ دنیا بھر تھی ہے کہ
یہ سارے کارنامے آپ کے ہیں۔ لیکن اب سے سو سال کے بعد کوئی نہ کوئی نیک نفس اس
حقیقت پر سے پرده ضرور اٹھا دے گا جس طرح شیکپیز کے ڈراموں کی حقیقت واضح ہو گئی ہے۔
ڈرامے لکھے ہے چارے فرانسیسکن نے اور نام شیکپیز کا ہوا۔ اب ایک امر لیکن صاحزادے
نے نیا اکشاف کیا ہے وہ کہتا ہے کہ لیکن نے نہیں بلکہ مارلو نے لکھے ہیں۔ اسی طرح سو سال
کے بعد میرا نام ہو گا اس کے بعد کوئی اللہ کا بندہ یہ ثابت کر دے گا کہ فریدی کے کارنامے حمید کے
نہیں بلکہ ان پکن جگد لیش کے رہیں منت ہیں۔“

”گھاس چھیلو میاں گھاس۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”اوقات پر رہو۔ شیکپیز لیکن اور مارلو کا
مذکورہ کرنے سے کیا فائدہ۔ میں جانتا ہوں کہ تم ان لوگوں کے پارے میں بہت کچھ واقعیت
رکھتے ہو یا پھر شاید تم اسی گھوزے پر رعب ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو کہ تم دراصل گھیارے نہیں
بلکہ گرججو ہیث ہو۔“

”عزت افزائی کا شکر یہ۔“ حمید نے کہا۔

”خیر..... خیر..... چھوڑو ان باتوں کو اب کیا دن بھر گھاس ہی چھیلنے رہیں گے۔“
فریدی نے کہا۔ ”تم فیکٹری کی طرف بڑھو اور میں تجربہ گاہ کی سمت لیتا ہوں۔“

دولوں نے اپنے اپنے منہ پھیر لئے۔ حمید پر رہ رہ کر جلاہٹ سوار ہو رہی تھی۔ آخر اس حفافت کی کیا ضرورت تھی۔ مگر وہ بول ہی کیا سکتا تھا۔ کیونکہ بعد میں اسی کو احمق بننا پڑتا تھا۔ خیسے کے ستون ہی کے معاملے میں اسے کافی خفت اخہانی پڑی تھی۔ اس نے فریدی کی اس اسکیم میں زیادہ ڈھل در معقولات کرنے کی بہت نہ پڑی۔ آہستہ آہستہ دھوپ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ یہ لوگ اپنے ساتھ کھانے پینے کا کافی سامان لائے تھے۔ فریدی نے یہ طے کیا تھا کہ اگر دن میں کوئی خاص بات نہ معلوم ہو سکی تو وہ حمید کو گھوڑے گاڑی پر گھاس کے گھروں کے ساتھ شہر روانہ کر دے گا اور خود رات کو وہیں رہ کر کھونج لگانے کی کوشش کرے گا۔

دن آہستہ آہستہ ڈھل رہا تھا۔ حمید نبڑی طرح تھک گیا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی سیاہی دوڑ گئی تھی اور آنکھوں کے گرد نیالے رنگ کے حلقت نظر آنے لگے تھے۔ اس کے برخلاف فریدی کے چہرے کی تازگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وقتاً اس نے حمید کو آواز دی۔ حمید بے دلی سے تقریباً گھشتا ہوا اس سک پہنچا۔

”کیا آج خشم ہی کر دینے کا ارادہ ہے۔“ حمید ہائپتا ہوا بولا۔

”گھبراو نہیں..... شاید اللہ تم پر بہت زیادہ مہربان ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”ہو گا صاحب..... یہ بتائیے کہ آپ نے مجھے بلا بیا کیوں ہے۔“

”اُدھر دیکھو۔“ فریدی نے ایک گڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”یہ گڑھا شاید برساتی پانی کے رویے کا نتیجہ ہے۔“

”دیکھ لیا۔“ حمید نے جواب دیا۔

”کیا دیکھا.....؟“

”اللہ کی رحمت! فرشتے نظر آرہے ہیں۔ اس چھوٹے سے گڑھے میں دنیا آباد ہے۔“
غلقت کا اڈھام ہے۔ کہیں مٹھائی والوں کی دکانیں ہیں، کہیں کٹورے تھک رہے ہیں، لکھوڑ کے باکے تھیار لگائے آئینہ بند اڈھر اُدھر خرمیاں کرتے پھر رہے ہیں، مدک چس اور گانجے کی دکانوں پر کافی بھیڑ ہے، ذرا بڑھ کر دیکھئے تو کہیں یہ کم بخت بغیر لائنس کی چس تو نہیں فروخت کر رہا ہے۔

فریدی خاموشی سے نثار ہا۔ حید کے چپ ہوتے ہی اس نے پوچھا۔
”بک چکے۔“

”ابھی کہاں۔“ حید نے کہا۔ ”ابھی تو تمہید تھی۔ اب شروع کرتا ہوں۔ جانا صاحب قران زمان کا طرف شہر ہمراں کے اور مارنا عتمویل دیوبند کا اور زخمی ہونا لندھور بن سعد ان کا ہاتھ سے چیز زادہ عبدالاوح بن عشق سلمہ کے اور عشق فرمائا.....!“
فریدی نے اٹھ کر حید کی گردان پکڑ لی۔

”اب ایک لفظ بھی تمہاری زبان سے نکلا اور میں نے تمہارا سرزٹن پر مارا۔“ فریدی نے کہا اور اس کا منہ دبایا۔

”اچھا چپ ہو گیا۔“ حید نے فریدی کی گرفت سے کلک کر کہا۔ ”بنا یے کیا بات ہے۔“
”اس گڑھے میں ایک موٹا سا پاپ گزار ہے۔“
”پاپ.....!“ حید نے گڑھے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ ”ہاں..... ہاں..... ہے تو۔“
”اس کا مطلب.....!“ فریدی نے استھانی نظرتوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
”بھلا پاپ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔“ حید نہ کر بولا۔ لیکن فوراً ہی سمجھ دہ ہو کر کہنے لگا۔
”واقی یہاں اس ویرانے میں پاپ کا کیا مطلب۔“

”میوپلٹی کی پاپ لاٹوں کا نقشہ میرے ذہن میں ہے۔“ فریدی نے کہا ”اور پھر جھریالی شہر سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں ان دونوں عمارتوں کے لئے تو میوپلٹی پاپ دینے سے رہی۔“

”پھر.....؟“

”کچھ نہیں..... ان دونوں عمارتوں کا تعلق ظاہر ہو گیا۔“
”لیکن.....!“

”ڈاکٹروں کی تجربہ گاہ میں شراب تیار ہوتی ہے اور پھر اسے اسی پاپ لائن کے ذریعے قیکڑی میں پہنچایا جاتا ہے۔“

”اے.....!“ حید چوک کر بولا۔ ”مگر اس کا ثبوت کیسے بھی پہنچا میں گی۔“

"ای کے لئے میں آج رات کو سینئ خیر نے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

حملہ

دوسرا دن فریدی گھر پہنچا اس کے بازوں اور ہاتھوں پر گہری گہری خراشوں کے نشان تھے۔ کپڑے پھٹ کئے تھے۔ سر کے بال گرد میں انبٹے ہوئے تھے۔ حید اسے اس حال میں دیکھ کر گھرا گیا۔

"یہ کیا ہوا۔" وہ بے ساختہ بولا۔

"کچھ نہ پوچھو، دو خطرناک کتوں سے بڑی سخت جگ کرنی پڑی۔" فریدی نے جواب دیا۔

"تو کیا آپ تجربہ گاہ میں گھس گئے تھے۔"

"اس کا موقع ہی کہاں ملا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ لوگ اپنے کچھ کتے باہر بھی چھوڑ دیتے ہیں جو رات بھر جھریالی کے سنان علاقے میں گھوٹے پھرتے ہیں۔ رات ہوتے ہی میں ٹیلوں کے درمیان چھپ گیا تھا۔ خیال تھا کہ بارہ بجے کے بعد عمارت میں گھنے کی کوشش کروں گا، مگر ان کم بختوں نے وہیں آلیا، انہیں مار بھی نہیں سکتا ورنہ پتوں تو تھامیرے پاس۔ کوئی چلنے کی آواز یقیناً انہیں ہوشیار کر دیتی۔"

"خراب آپ آدمی بنئے..... اس کے بعد اس کے متعلق کچھ سوچا جائے گا۔" حید نے کہا۔ فریدی نے ٹسل کر کے بس تبدیل کر لیا۔ حید نے زخموں کی مرہم پنی کی۔ ناشتہ کرنے کے بعد دونوں لاہوری میں آبیٹھے۔

"اب کیا ارادہ ہے۔" حید نے پوچھا۔

"اب چھاپ مارنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہ گیا۔ رات کو چھپ چھپ کر تو وہاں جانا انتہائی ہمکن ہے۔ کیونکہ ان کے کتے بہت خطرناک ہیں۔ چھاپ مارنے کی صورت میں بھی ہمیں کافی احتیاط سے کام لیتا پڑے گا، اگر انہوں نے وحشی درندوں کو کھول دیا تو بڑی مشکل کا سامنا ہو جائے گا۔ کم از کم ایک سو سوچ پا ہیوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ فیکٹری اور

تجربہ گاہ دونوں پر یک وقت چھاپ مارا جائے۔"

"واقعی وحشی درندوں کا مقابلہ برا خطرناک ہے۔" حمید نے کہا۔ "اگر وہ آزاد ہو گئے تو قیامت ہی آجائے گی۔ وہاں شیر بھی ہیں۔ میں نے اس دن بھی شردوں کے دھاڑنے کی آواز سنی تھی۔"

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اس نے ہمیں اس عمارت کی طرف جانے سے روک کیوں دیا تھا؟ وہاں سے شردوں کے دھاڑنے کی آواز ضرور آتی تھی۔ لیکن یہ تو سوچ کر انہیں ان کردوں میں کھانا وغیرہ کس طرح دیا جاتا ہوگا۔ دروازے یقیناً کھولنے پڑتے ہوں گے اور یہ چیز کھانا دینے والوں کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ میری سمجھ میں تو یہ چیز قطعی نہیں آتی۔"

"واقعی یہ بات قابل غور ہے۔" حمید نے کہا۔ "بند کردوں میں شردوں کو رکھنا ممکن ہے، پھر کیا بات ہے۔"

"جو بات بھی ہے عنقریب ظاہر ہو جائے گی۔" فریدی نے کہا۔ "بہر حال ہمیں اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا کہ اندر جانچنے ہی کسی طرح شردوں والی عمارت پر قبضہ کر لیں۔"

"جگد لیش سے گنگلوکی جائے۔" حمید بولا۔ "پہلے یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ اتنا انتظام کر سکے گا یا نہیں۔"

فریدی اور حمید کو تو ای جانے کا ارادہ کر رہے تھے کہ خود جگد لیش وہاں آگیا۔
"کہنے جاتا کیا کوئی تھی مصیبت۔" جگد لیش نے کہا۔ "آج ایس۔ پی صاحب بہت زیادہ بہم ہیں۔"

"کیوں.....؟" فریدی نے پوچھا۔

"اڑے صاحب نہ جانے کیوں آج کل یہاں واردا توں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔"
"کوئی تھی واردات ہوئی کیا۔" فریدی نے پوچھا۔

"بھی ہاں..... کل رات کو کامیور وڈ پر ایک ٹرک الٹ گیا۔"

"تو اس میں ایسی پی صاحب کے گذرنے کی کیا بات ہے۔" حمید نے کہا۔
"ٹرک الٹنے کی ذمہ دار پولیس تو ہونیں سکتی۔"

"یہ نہیں صاحب..... اس کی تو کوئی بات ہی نہیں۔" جگد لیش نے کہا۔ "اس پر لکڑی کے گھنٹے لدے ہوئے تھے جن میں شراب بھری تھی۔ ٹرک اللہ سے کئی گھنٹے ٹوٹ گئے، اور شراب بہہ چلی۔"

"ٹرک پر کتنے آدمی تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"صرف ڈرائیور تھا، وہ اسی وقت مر گیا۔"

"ٹرک کس کا تھا۔"

"یہ بھی تسلیم معلوم نہیں ہوا۔"

"کیوں، کیا نمبر کے ذریعے پہنچیں گے۔"

"اس نمبر کا کوئی ٹرک اس شہر میں آج تک رجسٹریشن نہیں ہوا۔"

"ڈرائیور کے تعلق معلوم ہوا۔ کہ وہ کون ہے۔"

"نہیں..... یہ بھی نہیں معلوم ہوا۔"

"اس کا حلیہ یاد ہے۔"

"بھی ہاں۔"

"پھولی ہوئی ناک تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"بھی ہاں..... لیکن..... کیا آپ نے دیکھا ہے۔"

"گھنی اور چڑھی ہوئی موچیں..... ایک کا اوپری حصہ تھوڑا سا کٹا ہوا، باہمیں گال پر ایک بڑا سا ابھرا ہوا گل۔"

"بالکل بھی..... سو فیصدی بھی.....!" جگد لیش بے صبری سے بولا۔

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔" فریدی نے سکرا کر کہا۔ "اور یہ بھی جانتا ہوں کہ

شراب کہاں بنتی ہے، اور کہاں سے تقسیم ہوتی ہے۔"

"اوہ.....!"

"تو کیا تم انہیں پکڑنا چاہتے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" جگد لیش چپک کر بولا۔

”بھلا بھائی جگد لیش صاحب ڈی ایس۔ پی بنے کی فکر نہ کریں گے۔“ حید نے خس کر کہا۔
”نہیں بھائی ابھی اس کی الیت مجھ میں نہیں پیدا ہوئی۔“ جگد لیش نے کہا۔

فریدی بنے سارا ماجرا جگد لیش سے بیان کر دیا اور اسے اپنی ایکم بھی بتائی۔ جگد لیش نے اسی کے خیال کے مطابق انتظامات کرنے کا وعدہ کیا۔

جگد لیش کو رخصت کرنے کے بعد فریدی تہہ خانے میں آیا۔ کرٹل سعید بہت زیادہ ٹھحال نظر آرہا تھا۔

فریدی کو دیکھ کر اس نے میر اسامنہ بنایا۔

”کیا مجھے عمر قید کی سزا دی گئی ہے۔“ وہ غرا کر بولا۔

”مگر ایسے نہیں کرٹل صاحب، آپ بہت جلد چھوڑ دیے جائیں گے۔“ فریدی نے کہا۔
”اس وقت میں آپ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہوں۔“

کرٹل سعید کچھ بولنے کے بجائے فریدی کو گھورتا رہا۔

”میں ڈاکٹر حید کی تجربہ گاہ کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔
”میں کچھ نہیں جانتا۔“

”دیکھنے کرٹل صاحب ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر کہئے تو میں آپ کو دہ بجکشن والی دوا لا دوں..... مگر یہاں آپ کے لئے کتابہ مہیا کر سکوں گا۔“

کرٹل سعید چوک پڑا۔ وہ مگر اپنی ہوئی نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”ڈاکٹر حید کا دہ تجربہ بہت کامیاب رہا۔ اب آپ پھر سے جوان ہو سکیں گے۔ لیکن دیکھنے اب کوئی دوا چاہیے گا نہیں۔“

”تم آخر چاہتے کیا ہو۔“ کرٹل عاجز آ کر بولا۔

”ڈاکٹر حید کی تجربہ گاہ کے متعلق کچھ معلومات بھی پہنچانا چاہتا ہوں۔“
”کیا.....!“

”وہاں کتنے دشی درندے ہیں۔“

”دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ البتہ شیرودی کی گرج ضرور سنی ہے۔“ کرٹل سعید نے کہا۔

”کیا ڈاکٹر وحید آپ کے گھر بھی آتا تھا۔“

”ہاں.....آتا تھا۔“

”کیا اسے اس بات کی اطلاع تھی کہ آپ کہیں باہر جانے والے ہیں۔“

”کب کی بات پوچھ رہے ہو۔“ کریم سعید نے کہا۔

”آپ کی لڑکی کی گشتنگی کے زمانے کے قریب کی۔“

”ہاں، اس دن یاد آیا، وہ آیا تھا۔ شاید میں نے اس سے تذکرہ بھی کیا تھا کہ میں باہر جا رہا ہوں۔ لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔“

”بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”آپ کب سے اس کے ذریعہ علاج تھے۔“

”تقریباً چھ ماہ قبل سے۔“

”اچھا شکریہ۔“ فریدی نے کہا۔ ”معاف سمجھئے گا..... میں نے آپ کو یہاں لا کر تکلیف دی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو آپ اپنے ہی کسی کے کاشکار ہو جاتے اور اپنی ہوس کا شکار تو آپ ہی ہو گئے۔ کیوں جتاب جب آپ اس قابل ہی نہیں تھے تو کسی جوان عورت سے شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”میں یہودگی پرند نہیں کرتا۔“ کریم سعید گرج کر بولا۔

”لیکن شاید آپ یہ نہیں جانتے کہ ابھی آپ کو ایک ایسی یہودگی کا سامنا کرنا پڑے گا کہ آپ زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگیں گے۔“ فریدی نے کہا اور تہذیب خانے سے چلا آیا۔

اسی دن شام کو جگد لش نے چاپ مارنے کے سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ احتیاطاً ایک مشین گن بھی لے لی گئی تا کہ ضرورت پڑنے پر وحشی درندوں کا حملہ روکنے کے کام آئے۔ اندر ہوتے ہی پولیس کی لا ریاں مجریاں کی طرف روانہ ہو گئیں۔ تجربہ گاہ سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر لا ریاں روک دی گئیں۔ پولیس کے جوان تاریکی میں آہستہ آہستہ دونوں عمارتوں کی طرف بڑھنے لگے۔ پولیس والے دونوں میں تقسیم ہو گئے تھے ایک نویں کارخ فیکٹری کی طرف تھا اور دوسری کا تجربہ گاہ کی طرف۔ تجربہ گاہ کی طرف جانے والی نویں کی قیادت فریدی کر رہا تھا اور دوسری عمارت کی طرف بڑھنے والے حید کی رہنمائی میں آگے بڑھ رہے تھے۔

تجربہ گاہ کی دیواروں کے قریب پہنچنے والی پکجھ سپاہیوں نے عمارت کا حصارہ کر لیا اور پکجھ فریدی اور پکجھ جگد لیش کے ساتھ صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ صدر دروازہ ابھی مکلا ہوا تھا۔ چوکیدار بیٹھا اونچے رہا تھا۔ فریدی پہنچنے سے اس پر ٹوٹ پڑا۔ اس کے منہ سے آواز تک نہ تکل سکی، اس سے فرمات پانے کے بعد فریدی دوڑتا ہوا اندر رکھس گیا۔ اسی کے ساتھ پولیس والے بھی گئے۔ اندر پہنچنے والیوں نے بے تحاشہ فائر کرنے شروع کر دیئے۔ فریدی نے جلد سے جلد اس عمارت کی طرف پہنچنے جاتا مناسب سمجھا جہاں وحشی درندے تھے۔ وہ جلد ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ عمارت کے مکین اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہ تھے۔ پہلے تو وہ یقیناً گھبراگئے لیکن پھر انہوں نے بھی جوابی فائر کرنے شروع کر دیئے۔ دو ایک نے دیواروں پر چڑھ کر پہنچ کر کوکر بھاگنے کی کوشش کی لیکن باہر کھڑے ہوئے جوانوں نے انہیں پاندھ لیا۔ ڈاکٹروں کے آدمیوں نے باقاعدہ مورپھے بنائے تھے۔ وہ کمروں سے فائر کر رہے تھے۔ دفلاؤساری عمارت کی روشنیاں گل ہو گئیں۔ فریدی کو پہلے ہی سے اس کی توقع تھی اس لئے اس نے صدر دروازے پر پکجھ آدمی چھوڑ دیئے تھے۔ روشنی گل ہوتے ہی وہ ہوشیار ہو گئے۔ فریدی آہستہ آہستہ رینگتا ہوا اس کرے کی طرف جا رہا تھا جہاں بھلی بیدا کرنے کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ انہیں میں دو آدمی گھبرائی ہوئی سرگوشیوں میں باتمیں کر رہے تھے۔

”لیکن اب ہو یہ کیا سکتا ہے۔ اس میں تک نہیں کہ اس سے ہمارے آدمیوں کو بھی نقصان پہنچے گا۔ لیکن خود کو بھی بچانا ضروری ہے۔“ ایک بولا۔
”مگر وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔“ دوسرا نے کہا۔

”ادھر سے جاؤ..... بغل والے کرے کی کھڑکی سے دوسری طرف کو دجاو۔ اس کھڑکی کی دو سلاں نہیں تھیں ہیں، تم آسانی سے گزر جاؤ گے کرے میں ادھر ہی وہ گیس رکھی ہے۔ بس ڈھکن کھوں کر چلے جاؤ۔ تم نے یہ بڑی ٹھکنندی کی کہ دو گیس مارک لیتے آئے..... اچھا جاؤ گیس ماںک نکالو۔ میں بھی لگائے لیتا ہوں جلدی کرو جلدی جاؤ۔“

فریدی کے لئے یہ بہت ہی خطرناک لمحہ تھا۔ اسے فوراً ہی پکجھ کرنا تھا۔ اگر وہ گیس ہے وہ منتشر کرنے جا رہا تھا کوئی جاہ کن گیس ہوئی تو کیا ہو گا۔ جیسے ہی دوسرا آدمی الگ ہٹا، فریدی کے

پستول سے شعلہ نکلا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں فریدی دوسرے آدمی پر تھا جو اپنے ساتھی کو گرتے دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی بھی دیر کی جدوجہد کے بعد فریدی نے اسے قابو میں کر لیا۔ فریدی نے اس کی کنپشوں پر اتنے گھونے مارے کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اسے وہیں چھوڑ کر وہ میشوں والے کمرے میں آیا جیب سے ٹارچ نکال کر روشنی کی۔ مشین بدستور چل رہی تھی۔ کسی نے میں سوچ آف کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے پوری عمارت کی روشنی گل ہو گئی تھی۔ فریدی نے سوچ آن کر دیا۔ عمارت پھر جنم گانے لگی۔ عمارت کے مختلف حصوں سے گولی چلنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ فریدی نے برآمدے میں آ کر بیہوں آدمی کو دیکھا۔ یہ ڈاکٹر وحید تھا۔ اور وہ شخص جو اس کے روپ اور سے زخمی ہو کر گرا تھا، اس کا ساتھی ڈاکٹر آصف تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹروں کے آدمیوں نے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ ادھر حمید والی پارٹی نے قیلدری پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہاں بھی کچھ آدمی تھے جنہیں گرفتار کر لیا گیا۔

ایک فاحشہ

دوسرے دن شام کو انپکٹر فریدی، سرجنت حمید اور کوتولی انسچارج جگد لیش آرکلپ میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

”ہاں یہ تو بتائیے۔“ جگد لیش نے فریدی سے کہا۔ ”کرل سعید کی یہوی کا کیا قصر ہے۔“ ”بہت معمولی..... کوئی حرمت انگیز واقعہ نہیں۔ اسی حالت میں عموماً جوان عورتیں جو کچھ کرتیں ہیں وہی اس نے بھی کیا۔ کرل سعید ڈاکٹر وحید کے زیر علاج تھا۔ اس دوران میں ان دونوں میں کافی بے تکلفی بڑھ گئی۔ ڈاکٹر وحید کرل سعید کے یہاں آنے جانے لگا۔ ڈاکٹر وحید جوان اور خوبصورت تھا کرل سعید بوڑھا کھوٹ۔ اس کی یہوی اور ڈاکٹر وحید میں ناجائز تعلق

ہو گیا۔ کرٹل سعید اس سے ناداوند تھا۔ ڈاکٹر نے اسے احمد بنار کھا تھا۔ وہ روز بروز اسے ایسی دوائیں دیتا رہا جس سے اس کی چنیت قریب قریب بالکل مردہ ہو گئی۔ اب اسے دوبارہ جوان بننے کا خط ہو گیا۔ کرٹل سعید کا دوا جانے والا واقعہ تو بتا ہی چکا ہوں۔ اس کے بعد کرٹل کو باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس کا علم ڈاکٹر وحید کو بھی ہو گیا، وہ اسی رات کو جھریالی سے کرٹل سعید کے بیہاں آیا۔ شامت اعمال کر کرٹل کی لڑکی نے انہیں دادیش دیتے دیکھ لیا۔ یہ چیز ان دونوں کے لئے بڑی خطرناک تھی۔ ڈاکٹر وحید نے لڑکی کو پکڑا اور پھر اس نے اس کا گاگھنٹ کرائے مارڈا۔ کرٹل سعید کی بیوی اس پر گھبرا گئی، بڑی دیریک دنوں سوچتے رہے کہ کیا کیا جائے۔ دھنٹا کرٹل کی بیوی کو ایک تدبیر سوچی، اس نے مردہ لڑکی کو ہیروں والا ہمار پہننا کر ایک بورے میں بند کر دیا۔ ڈاکٹر وحید واپسی میں اس بورے کو کار میں رکھ کر اپنے ساتھ جھریالی لے گیا اور اس بورے کو جیل میں پھینک کر مطمئن ہو گیا۔ دوسرے دن کرٹل کی بیوی نے مشہور کر دیا کہ لڑکی ہیروں کے ہار سمیت غائب ہو گئی تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ کسی نے ہمار کے لامچے میں اسے کہیں مار کر ڈال دیا ہو گا۔

”تو اس نے ان سب باتوں کا اقرار کیا ہے۔“ جگد لش نے پوچھا۔

”ہاں..... جیسے ہی میں نے جیب سے وہ ہار نکال کر اسے دکھایا، وہ غش کھا کر گر پڑی اور پھر ہوش میں آنے کے بعد اس نے اقبال جرم کر لیا۔“

”سبکھ میں نہیں آتا کہ کرٹل سعید کو کیا ہو گیا۔“ جگد لش نے کہا۔

”یہ مجرم تو میری سمجھے سے بھی باہر ہے۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

”شیروں والا مجرم بھی ابھی تک حل نہیں ہوا۔ وہ عمارت تو بالکل خالی تھی جس کے متعلق آپ لوگوں نے کہا تھا کہ وہاں حشی درندے ہیں۔“

”بہر حال یہ تو تم نے دیکھی ہی لیا کہ شراب کشید کرنے کا کارخانہ اس عمارت میں تھا۔ تم لوگوں کے چلے آنے کے بعد میں نے شیروں کی گرج کا راز بھی دریافت کر لیا تھا۔ ان لوگوں کے پاس کوئی حشی درندہ نہیں تھا۔ اس کا اندازہ میں نے اسی وقت لگایا تھا جب میں نے ان کے یہاں بکرے کو چھیتے کے بھیس میں دیکھا تھا اور اس کا راز ظاہر ہوتے ہی ڈاکٹر آصف بوکھلا گیا تھا۔“

اور وحید جو اس سے زیادہ چالاک ہے اس کی بھوئی سی وجہ بتا کر صاف ٹال گیا تھا، وہ دراصل اس قسم کی حرکتوں سے پیلک پر رعب ڈالا کرتے تھے کیونکہ اس عمارت میں انہوں نے شراب کا کارخانہ بنارکھا تھا۔ اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ وہ اس عمارت کی طرف کسی کو نہ جانے دیں۔ لہذا انہوں نے وہاں سے لوگوں کو شیروں کی گرج سنائی شروع کی اور یہ کہنے لگے کہ ابھی ادھر جانا خطرناک ہے کیونکہ وہاں کٹھروں کا انتظام نہیں ہے۔

”لیکن یہ گرج تو کچھ بچ شیروں کی گرج معلوم ہوتی تھی۔“ حمید بولا۔

”ٹھیک ہے..... لیکن وہ شیر اس وقت کہاں مر گئے تھے جب گولیاں چل رہی تھیں۔ اس ہنگامے میں تو انہیں ضرور دھاڑنا چاہئے تھا۔ لیکن اگر ڈاکٹروں کو ذرا سابھی موقع مل جاتا تو یقین جانو شیر ضرور گر جتے۔“ فریدی نے نہس کر کہا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ جملہ نے کہا۔

”اوے بھی وہ شیروں کی گرج کاریکارڈ تھا، جو ماں کرکوں کے ذریعہ اتنا ہولناک ہو جاتا تھا۔ انہوں نے دوسری عمارت میں کئی ہارن فٹ کر کھے تھے۔“
”کمال کر دیا۔“ جملہ نے بولا۔

”مگر یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہ تھی۔ میں ایک بار اور بھی ایسے ہی ایک واقعے سے دوچار ہو چکا ہوں۔“ فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ ”نواب رشید الزماں کے گھر والا واقعہ تو تمہیں یاد ہی ہو گا۔“

”ہاں ہاں..... وہاں بھی تو دیواروں سے جنگلی جانوروں کی آوازیں آتی تھیں۔“

”جنگلی جانوروں کی۔“ جملہ نے کہا۔

”ہاں..... وہاں دیواروں کے اندر لا ڈیکٹر کے ہارن لگے ہوئے تھے اور جنگلی جانوروں کی آوازوں کا ریکارڈ ایک تہہ خانے سے بجایا جاتا تھا، بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے آوازیں دیوار سے نکل رہی ہوں۔“

”کمال ہے بھی۔“ جملہ نے کہا۔

”لیکن آپ کو کرٹل کی بیوی پر شبہ کیسے ہوا۔“ حمید نے پوچھا۔

”پہلے تو ڈاکٹر وحید کے متعلق اس کی خلاصیاں پر..... پھر میرے ایک مجرم نے مجھے اس کی اطلاع دی کہ کریم سعید کے غائب ہو جانے کے بعد وحید اسے ایک رات جھریاں لے گیا تھا۔“
تحوڑی دیر سک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر جلد یش انھ کر چلا گیا۔
”اب کریم سعید کا کیا ہو گا۔“ حمید نے پوچھا۔

”میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ اپنی لاکی کی موت سے بہت دل شکست ہو گیا ہے اور اتنی بڑی بدنامی کے بعد وہ نہیں چاہتا کہ اب اس شہر میں کسی کو اپنا منہ دکھائے۔ اس نے مجھ سے استدعا کی ہے کہ میں اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤں۔ وہ یہاں سے کہیں اور جانا چاہتا ہے جہاں اس کا کوئی شناسانہ ہو۔ میں آج ہی رات کو اسے شہر سے نکال دوں گا، اور اس کا راز ہم دونوں کے علاوہ کسی تیرے کو نہ معلوم ہونے پائے گا۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی میرے وعدے کا احترام کرو گے۔“ فریدی نے کہا اور میرے کوبیل کے پیسے دے کر کھڑا ہو گیا۔

ختم شد